إن هٰذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا

الحمد للہ والمنۃ کہ ترجمۂ اردو مثنوی شیر و برنج فارسی شاعر بے مثال تصنیف

سخنور جادو خیال منشی عطارد کمال سید انشاء اللہ خان دہلوی موسوم بہ

غذائے روح

حمیۂ متن

فکر کلیل و طبع علیل نگاشتۂ خامۂ مکسور اللسان و ژولیدہ بیان

کج مج زبان ہیچمیرز ہیچمدان حیدر حسن خاں

ناظم برقی پریس رامپور میں مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لکھے کیا بندۂ عاجز ثنا باری تعالےٰ کی =
کہ قولِ افصح عالم ہے حمدِ حق میں لا احصی

اپنے خالق کی لکھوں اوّل ثنا — ایک اُس کو ہے بقا باقی فنا
قادر و قیوم و قہار و قدیم — راشد و رحمٰن و رزاق و رحیم
ناصر و قدوس و وہاب و علیم — خالق و غفار و جبار و کریم
مالک و فتاح و تواب و حمید — واحد و محیی ممیت و یا مجید
اوّل و والی ولی و آخر — باطن و حق و وکیل و ظاہر

اُس کے اسمائے صفاتی کی قسم ۔۔۔ حمد کا جو حق ہے کیا ہو گی رقم
کیا ستائش لکھ سکے اُسکی بشر ۔۔۔ جائے خاموشی ہے قصہ مختصر

ستائش سرورِ دیں کی پس حمدِ خدا لکھوں
پھر اُنکے آل اور اصحاب کی مدح و ثنا لکھوں

ساقیا وہ بادۂ احمر پلا ۔۔۔ عشق پیغمبر ہے جس مے کا نشا
تاکہ قیدِ نفس سے ہو کر رہا ۔۔۔ بیخودی میں لکھوں نعتِ مصطفےٰ
احمدِ مرسل شفیع المذنبین ۔۔۔ خاتمِ پیغمبراں سلطانِ دیں
ذاتِ پاک اُن کی جہانِ نور ہے ۔۔۔ نورِ اقدس سے جہاں معمور ہے
گر نہوتے خلق وہ عالی صفات ۔۔۔ کب عیاں ہوتا وجودِ کائنات
رحمۃ للعالمیں ختم الرّسل ۔۔۔ سرورِ دارین فخرِ جزو کُل
حق نے بخشا آپ کو فضلِ عظیم ۔۔۔ سب رسولوں پر بالطافِ عمیم
پہلے حق نے خلق کی رُوحِ نبی ۔۔۔ منشعب پھر اُس سے کیں روحیں سبھی
مندرج اخبار میں ہے یہ خبر ۔۔۔ یعنی ارشادِ شہِ جن و بشر
بعد ہیں خلقت میں مجھ سے کُل نبی ۔۔۔ میری بعثت سب سے گو پیچھے ہوئی
سب سے اوّل نورِ شاہِ انبیاؐ ۔۔۔ خالقِ کونین نے پیدا کیا
ہے پئے اثباتِ دعوائے سبق ۔۔۔ حُجّتِ قاطع حدیثِ ما خلق
کہہ رہا ہے معجزہ شق القمر ۔۔۔ حکم جاری آپ کا ہے چرخ پر

اک فقط ہیں آپ ہی اصلِ وجود — ما بقی ہے فرعِ خلقت کی نمود

امقدر تھا آپ پر فضلِ خدا — انبیاؑ سے عہد یہ حق نے لیا

جب محمدؐ مصطفےٰ کا ہو ظہور — اور میسر ہو تمہیں اُن کا حضور

اُن کی نصرت تم پہ ہے ہر آن فرض — اُن پہ لانا ہے تمہیں ایمان فرض

نام لے کر ہر پیمبرؑ سے خطاب — حق تعالیٰ نے کیا ہے فی الکتاب

پر رسول اللہؐ کو صلِ علےٰ — یاد فرمایا بہ القاب و ثنا

گہ اُنہیں بخشا نبوت کا لقب — اور دیا گاہے رسالت کا لقب

گاہ مزمل سے یاد اُن کو کیا — گاہ مدثر خطاب اُن کو دیا

گر کیا قرآن میں غیرِ خطاب — حق نے ذکرِ شافعِ روزِ حساب

وصفِ اسمِ پاک سے مقروں کیا — خلعتِ اکرامِ رسالت کا دیا

یا محمدؐ نیز ماکان مثال — اکثر آیاتِ کلامِ ذوالجلال

ذکر ہے جن میں رسول اللہ کا — متصل ہے ذکر سے مدح و ثنا

جائز اُمتہائے سابق کو یہ تھا — نام لیں اپنے نبی کا برملا

منع ہے با اُمتِ نیکو نہاد — نامِ نامی سے کرے سرورؐ کو یادؐ

آیتِ لاتجعلوا ہے قال و قیل — ظاہر اس دعویٰ پہ ہے محکم دلیل

ابنِ عباسِؓ فلک درگاہ سے — لختِ دل عمِ رسول اللہؐ سے

عالمانِ اُمتِ عالم پناہ — یوں روایت کرتے ہیں بے اشتباہ

یعنی اصحابِ شہِ عرش احتشام — آپ سے ہوتے تھے جب دم ہمکلام

یا محمدؐ یا ابوالقاسمؐ خطاب — کرتے تھے سلطانِ دیں سے بیحجاب

منع حق نے اس طریقے سے کیا — بہرِ تعظیمِ رسولِ مجتبا

بعد ازاں اصحابِ کروبی جناب — یا رسول اللہؐ کرتے تھے خطاب

حق نے قرآں میں بافضالِ اتم — کھائی عُمر و شہرِ حضرت کی قسم

صاف اس سوگند پر ہے قال و قیل — ہے لعمرک اور لا اقسم دلیل

فی الحقیقت مدحِ ممدوحِ خدا — بندۂ ناچیز سے ہو کب ادا

عشق کا موسےؑ پہ جب غلبہ ہوا — حق سے کی دیدارِ حق کی التجا

رد کیا ایزد نے موسیٰؑ کا سوال — لن ترانی تھا جوابِ لایزال

حق نے حضرت کو ز فرطِ اشتیاق — باکمالِ کرّ و فرّ و طمطراق

شاق تھا از بس پیمبرؐ کا فراق — بھیجکر ناموسِ اکبر اور براق

لیلِ اسریٰ میں بُلایا آپ کو — وصل کا شربت پلایا آپ کو

قاب قوسین آپ کا ادنیٰ مقام — آگے "او ادنےٰ" نہیں جائے کلام

نعت اُن کی کیا لکھے حیدرؔ حسن — جن کا ہے مداحِ خلّاقِ زمن

در گہِ او مہبطِ روح الامیں — افتخارِ اوّلین و آخریں

حق تعالےٰ کی ہو رحمت اور سلام
سرورِ دارین پر نازل مدام

مناقب آل و اصحاب رسول اللہ کو بارے
فزوں تحریر سے ہیں پر لکھوں مشتے ز خروارے

جتنے ہیں اصحاب اور آلِ رسول / دمبدم ہو اُن پہ رحمت کا نزول
بالخصوص اُن پہ کہ بعدِ مرسلیں / افضلِ نوعِ بشر ہیں بالیقیں
کنیت بوبکر عبد اللہ نام / اور لقب صدیقِ اکبر لاکلام
جانشینِ اولینِ مصطفےٰ / یارِ غارِ سرورِ خیر الورےٰ
لشکرِ ابرار کے سردار ہیں / ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہیں
غار میں تھے معدنِ عزت کے یار / یوں لقب اُن کو ملا ہے یارِ غار
مخبرِ صادق کی تصدیق جب / صدق سے صدیق کا پایا لقب
دوسرے ہیں وہ خلیفہ نامور / نامِ نامی جن کا ہے عادل عمرؓ
کنیت بوحفص مشہورِ انام / اور لقب فاروقِ اعظم لاکلام
احتساب و دری کی صولت ہیں وہ / منبر و محراب کی زینت ہیں وہ
اُن کے حق میں کی پیمبر نے دعا / بارِ الٰہا خالقِ ارض و سما
مذہبِ اسلام کو عزت عطا / کر عمرؓ سے یا بر غمِ اشقیا
ہو عزیز اسلام از ابنِ ہشام / وہ جو مشرک ہے بڑا بوجہل نام
خالقِ کونین نے عرضِ رسولؐ / حق میں کی فاروقِ اعظم کے قبول
عزتِ اسلام کا رتبہ ملا / بارگاہِ حق سے یہ درجہ ملا

کفر کا اُن سے ہوا خانہ خراب
رائے تھی اُن کی موافق باکتاب

ہیں پیمبرؐ کے خلیفہ سوئیں
حضرتِ عثمانؓ شہیدِ پاک دیں

شاہِ دیں نے اپنی دو شہزادیاں
زوجیت میں آپکی دیں بیگیاں

یوں ملا ازراہِ اکرام و ادب
اُن کو ذی النورین کا عالی لقب

جامعِ آیاتِ قرآنی ہیں آپ
مخزنِ اسرارِ یزدانی ہیں آپ

مال و دولت آپ نے بے انتہا
صرف راہِ حق تعالیٰ میں کیا

شرم تھی اُن کو جو بیش از بیشتر
اس لئے فرماتے ہیں خیر البشر

کرتے ہیں اُن سے ملائک بھی حیا
کیوں نہ میں عثمانؓ سے شرماؤں بھلا

منقبت کیا اُنکی میں لکھوں کہ ہاں
فکر قاصر خامہ مقطوع اللسان

ہیں خلیفہ چارمیں صہرِ رسول
ابنِ بوطالب علیؓ زوجِ بتول

شہسوارِ فوجِ حق دُلدُل سوار
شاہِ مرداں حیدرِ عالی تبار

ختم ہو تسبیح جیسے بر امام
سلسلے ہیں فقر کے اُن پر تمام

اخترِ برجِ شریعت ہیں یہ چار
تاجدارِ ملک و ملت ہیں یہ چار

اُن سے حق راضی ہے وہ راضی ز حق
ہے رضی اللہ عنہم اُن کا حق

نورِ عینینِ رسولِ انس و جاں
سیدانِ حزبِ شابانِ جناں

ایک ہیں مسمومِ زہرِ جانگزا
دوسرے مقتولِ شمشیرِ جفا

اکبر ان میں ہیں حسنؓ اصغر حسینؓ
قرۃ العینِ رسل کے دل کا چین

رحمتِ رحمٰنِ رزاق العباد ... اُن پہ نازل ہو الیٰ یوم التناد

بضعۂ ختم الرسالت فاطمہؓ ... بنتِ سلطانِ نبوت فاطمہؓ

کیا مناقب اُن کے لکھے یہ فقیر ... جنکے والد شاہِ دین و زوج امیر

عقلِ کُل کل جزو عقلِ کل بتول ... اُن کی ایذا عینِ ایذائے رسولؐ

یا علیؑ ما الیٰ آخر حدیث ... شاہد اس پہ ہے علی الرغم خبیث

پہنچے اُن پہ حق تعالیٰ کا سلام ... دمبدم لحظہ بہ لحظہ صبح و شام

وصف عمینِ رسول اللہ کا ... حمزہؓ و عباسؓ عالیجاہ کا

ہے فزوں اندازۂ تحریر سے ... بلکہ خارج حیطۂ تقریر سے

یہ حدیثِ مصطفیٰ لاشک فیہ ... یعنی عم الرجل صنو ابیہ

حجتِ ساطع ہے اور مضبوط تر ... فضلِ عمینِ رسول اللہ پر

رکھ اُنہیں یارب بجنات و نہر ... تا ابد عند ملیکٍ مقتدر

باقیِ عشرہ مبشر بالجنان ... آل و اصحابِ رسولِ انس و جان

خود ثنا گر جن کا ہو ایزد تعال ... وصف اُن کا لکھے انساں کیا مجال

ربنا انزل علی الحزب الکرام ... رحمتِ تازہ بتازہ مستدام

بل تمامی اُمتِ شاہ عفیف ... مومنینِ تابعِ دینِ حنیف

تیرا سب کے فرق پر سایہ رہے

برتر اُن کا غیر سے پایہ رہے

سُنیں وہ اہلِ دیں جنکی نظر ہے میرے مشرب پر
عقائد بندی کے رسمی عقائد سے جُدا پا کر

اہلِ قبلہ میں ہیں گو فرقے کثیر — لیک سُنّت والجماعت ہے خیر

وہ امامِ اعظمؒ عالی مقام — بو حنیفہ کنیت نُعمان نام

جامعِ قانونِ شرعِ مصطفےٰ — اُن کے مذہب پر رہا مسلک مرا

ہیں مقلّد وہ ہیں میرے مقتدا — اُن کا میں تابع وہ متبوع الورا

زمرۂ احناف کا ہوں اک غلام — ثبت ہے اس فرد میں میرا بھی نام

بادِ نازل ہمچو باراں از غمام — رحمۃ اللہ علیٰ قبر الامام

شافعیؒ و مالکِ عالی مقام — نیز حنبلؒ سُنّیوں کے ہیں امام

اُن کے بھی مشرب ہیں برحق بالیقین
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اب اصلِ مثنوی کے ترجمے کی فکر ہے غالب
تو ہے اللہ سے حیدر حسن توفیق کا طالب

خلق کے محمود اے رب الفلق — تو نے ہی پیدا کیے ابر و شفق
نام سے کرتا ہوں تیرے ابتدا — اے خدا محمودِ عالم رہنما
تو ہی مجھ عاجز کا ہے فریاد رس — دافعِ عسرت ہے تیری ذات بس
کجروی سے مجھ کو دلا دے نجات — بخش دے رحمت سے میرے سیئات
عابدانہ خوف کر مجھ کو عطا — زاہدانہ زہد با صدق و صفا
تجھ سے رکھتا ہوں الٰہی التجا — راہ اپنے فیض سے مجھ کو دکھا
کر تو نازل ہم پہ یا رب مائدہ — تا کہ روح و جسم پائے فائدہ
یا الٰہی میری ہمت کو بڑھا — ذوق بخش اپنے مجھے دیدار کا
بار الٰہا مجھ کو بھی ہو وہ عطا — تو نے جو کچھ نیک بندوں کو دیا
یعنی اول پردۂ غفلت ہو دور — پھر پلا جامِ مئے ناب طہور
کفر ہے تیری شکایت اے کریم — کرتے ہیں ہم سب ادا شکرِ جسیم

نعمتیں کیا کیا ہمیں کھانے کو دیں | پرورش کے واسطے ایجاد کیں
بار آگہا پہلے دے عشق نبی | پھر محبت آل اور اصحاب کی

دے ہے جام مجھ کو اے ساقی پلا دے ساغرِ صہبا
کہ لکھوں بیخودی میں حالِ معراجِ پیمبر کا

ساقیا دے بھر کے اک جامِ شراب | جلوہ گر ہو مجھ پہ مثلِ ماہتاب
دل سے ہے والنجم سورت جوش زن | حرص سے نادم نہیں روحِ بدن
جامِ جبریلی اُفق سے دے شتاب | بس اُٹھا دے سارے پردے در حجاب
یہ نہیں جز وحی اے فریاد رس | اب نہ رکھ مجھ کو تہِ دامِ ہوس
تو شدید القُوۃ ہے ذو مرّہ سال | تشنہ ہوں دے جامِ لطفِ بیکراں
ماسوا سے مجھ کو خوشخبری سُنا | چھوٹے تا یہ قیدیِ حرص و ہوا
وقت ہے یا اپنے جذبِ وصل کا | بعد ازیں خلشہ نہیں پھر فصل کا
ہو دنی سے با تدلّٰی راہ یاب | وا ہو تا قوسین او ادنیٰ کا باب
پس الیٰ عبدہٖ فاوحیٰ ساز کر | اور ما اوحیٰ کو پڑھ کر ناز کر
ذو المنن نے شکل بھیجوں کی مزد | دی داہ نزلۃ اُخریٰ میں دید
تیرے رُتبے کے ملک ہیں پائے بوس | جنت الماویٰ ہے اب تیرے پڑوس
ساقیا دے وہ شراب پُر ز جوش | تا کروں سدرہ کے سایہ میں خروش
دوست کی فرقت میں ہوں سوزاں جگر | شعلہ زن آتش سے دے مجھ کو مفر

جب سے یغشیٰ السدرہ ئے الفت پڑھا
جملہ اسرارِ ما یغشیٰ کھلا

آفریں ہے تجھ پہ عشقِ فتنہ گر
ما طغیٰ پڑھکر و ما زاغ البصر

دوستا میں تیرے نثارِ خاکِ پا
میری قسمت کا نصیبہ کر عطا

مرد بن کر چاہیئے بے درد و رنج
اس جگہ پر کھائے تا شیر و برنج

ورنہ یہ شیر و برنجِ مکر و زور
کرتا ہے برباد عقل و ہوش دلوز

وردِ انشا سورۂ والنجم کر
بر منات و لات و عزیٰ رجم کر

مذمت خامہ لکھتا ہے فقیہانِ سیہ دل کی
انہیں ترغیب ہے اہل النہیٰ کے پھر منازل کی

اے فلاں مشغولِ فکرِ مال و زن
اُٹھ نہ کر غم پاس آ اے یارِ من

تجھ کو اے مطرود از بابِ ہدا
تا کجا حق سے نہ آئے گی حیا

کب تک اِن ناسوتیوں سے ملکے تو
مثلِ لاہوتی کرے گا یادِ ہو

تارِ دل پر مار مضرابِ خروش
تا کہ نورِ معرفت میں آئے جوش

عاشقوں کا ہے جدا گانہ مذاق
اور کچھ ہے اُن کا وجد و اشتیاق

تو ہوا ہے فکرِ روزی میں ہلاک
ڈال سر پر اُس کے مٹھی بھر کے خاک

تو جو ہے آلودۂ مکر و ریا
سُن لے انشا کی نصیحت باز آ

بن کے مُلا کام کرتا ہے فضول
تا کجا ہو گا بیاں فروع و صول

اخذ ادرجہ میں فنا ہے تو مدام
بن گیا ہے خود نشاں گاہِ ملام

فائدہ حاصل کیا چالیس سال — اُسپہ پھینکا پھر دغا بازی کا جال

ڈالا ہے شیطان نے دل میں وسوسہ — درس دیگا کب تلک در مدرسہ

اس ہدایہ اور شرائع سے فقیہ — تا کجا ہوگا شیاطیں کا شبیہ

تیرا یہ عمامہ و تحت الحنک — پُر ہے یکسر از ریائے بے نمک

کیوں لباسِ صوف پہنا سحر سے — ہے نظر میں جیسے چمگادڑ اُڑے

تیرا اے شبیر بھلا ہے کیا وقار — گر نہ دیکھے شکلِ خورشید و نہار

روزِ روشن رات اندھیاری تجھے — مطلقاً محجوب حق کے نور سے

گر کسی مجلس میں ہو تیرا ورود — اور واں کوئی ملے اہلِ شہود

تُو ریا سے آنکھ کو دے یوں ہلا — تا ہو ظاہر اُس پہ تیرا اتقا

تیرا چہرہ اسقدر رہتا ہے لال — تجھ پہ ہے گویا نفس جی کا وبال

صوفیا اب چھوڑ بس یہ گفتگو — وجد میں کیوں جامے سے باہر ہے تو

کھینچتا ہے ہر سحر مثلِ خروس — نعرۂ اللہ اکبر بے خلوص

آنسوؤں سے تر بتر ریش و بروت — رعشہ اعضا پر برنگِ برگِ توت

گرچہ ہے تسبیحِ صد دانہ بکف — نامِ حق لیتا ہے لیکن بے شغف

یاد کر رکھی ہیں یوں چندیں حدیث — تا پڑھے اُنکو بہ پیشِ ہر خبیث

گر پڑھی تو نے نمازِ بے گداز
مُنہ سے نکلے گی ترے بوئے پیاز

رقم اب ذکرِ ذمِّ منطقیان و حکیماں ہے
سبب تحریص سوئے مشربِ اربابِ ایقاں ہے

تو رہے گا تا بکے خوار و زبوں
علم کو پڑھ کر ہے دنیائے دوں

تا بکے ہوگا معقولوں کا بیاں
فکر اپنی کر حکیمِ نکتہ داں

ہے گدھے سے بدتری شکل اے عبوس
گفتگو تا چند از شکلِ عروس

لائے گا اشراق سے کب تک دلیل
ہوگا مشائی صفت کب تک ذلیل

کیا تجھے بُعدِ مجرّد سے حصول
عاقبت ہوگا جہنم میں نزول

گفتگو صغریٰ و کبریٰ کی نہ کر
پھر نتیجے سے کہے گا شور و شر

کیا دلیل انی دیلی سے سود
ہو کے تائب پڑھ تو الحمد و درود

وا نہ ہو عقدہ ہیولیٰ سے ترا
ہے یہ ذوق و شوق کذب و افترا

یہ تری تفکیکِ اجزا سربسر
پیستی ہے آسیا ساں مغز سر

اے فلاں زندانِ ذلت کے اسیر
بیٹھ جا تو کوہ پر اور کر نہ دیر

رند بنکر عشق اپنا پیشہ کر
رہ ہمیشہ فارغ از خوف و خطر

ذمائمِ اہلِ دُنیا میں کلامِ مختصر یہ ہے
بیاں اوضاع کا اُنکے ہو کافی اسقدر یہ ہے

اپنی داڑھی سے نہیں تجھ کو حیا
دُوھتا ہے دودھ تھن سے بھینس کا

گر ملے ہے حلوائی تجھ سے ریشخند
پھر تجھے دیتا ہے وہ اک کوزہ قند

چاولوں کی ہے اگر خواہش تجھے بنیے کی سُنّا پڑیگی بی بتے
جملہ یہ تشنیع و طنز است سخت نفس کی خاطر نہ سُن اے نیک بخت
تا پکائے دودھ چاول اے اخی تجھ یہ زیبا کب ہے نامِ مولوی
تجھ کو حاجت نے کیا ہے بے تمیز قول یہ سچ ہے کہ سچ کڑوی ہے چیز
خشک روٹی کھا کے کر شکرِ خدا ہاتھ اس دودھ چاول سے اُٹھا
کیا ہے یہ شیر و برنج اے خوش دماغ چرب لقمہ سے غذائے با فراغ
کیا ہے یہ شیر و برنج اے نیک خو بہرِ زر ہر اک سے ہونا جنگ جو
دودھ چاول کیا ہے یہ فرزند و زن حُبِّ جاہ و غفلتِ مال و دشمن
کیا ہے یہ شیر و برنج انواعِ فکر جو تجھے خالق کا کرنے دے نہ ذکر
اور جتنی ہیں یہ حرصیں لذتیں جو کہ ڈالیں تجھ کو زجر و قہر میں
پڑھ کتابِ عشق کا ہر دم سبق ایکدم بھی تو نہ لے بے یادِ حق
آنے جانے میں نفس کے رکھ نگاہ فرض اے جاں تجھ یہ ہے نامِ اِلٰہ

حکایت حضرتِ شبلی کی ہے تحریر تمثیلاً
الیٰ خیر السُّبل دعوت کا ہے مذکور تبجیلاً

رند سے اک آدمی نے یوں کہا شیخ شبلی اس جہاں سے اُٹھ گیا
رند تھا جو شیخ شبلی کا رفیق اُن کے ماتم کا بجا لایا طریق
اشک ریزاں رند بے آرام تھا ناگہاں شبلی نظر اُس کو پڑا

پوچھا شبلی نے کہ اے آگاہِ راز
کس لئے ہے اسقدر سوز و گداز

رند بولا میں نے پائی تھی خبر
دارِ دنیا سے گیا تم نے سفر

میں نے جس دم سے سنی ہے یہ خبر
آپ کے ماتم میں ہوں اور نوحہ گر

یہ خبر جس نے سنائی بے فروغ
حیلہ گر ہے بانیِ کذب و دروغ

یہ خبر جس شخص نے کی مشتہر
ہے بڑا مکار واللہ اور اشر

شیخ بولے رند سے اے دیں پناہ
اس نے دکھلائی ہے مجھ کو نیک راہ

جس نے تجھ کو یہ خبر دی جانِ من
گوہرِ عرفاں پروئے بے سخن

ایکدم بھولا جو میں خالق کی یاد
خاکِ غفلت بر سرِ من اوفتاد

موت سے بدتر ہے میری زندگی
عمر گر بے ذکرِ حق میری کٹی

مردہ تھا میں ایکدم بے قیل و قال
جس نفس بھولا تھا ذکرِ لایزال

زندگی کا پھر مجھے خلعت دیا
اس نے جو مالک ہے موت اور زیست کا

سانس ہے جو اپنی ہستی کا سبب
رائیگاں کب دوں اسے بے یادِ رب

سانس لا کے ساتھ کھینچوں بالضرور
جوش زن دل سے ہو تا دریائے نور

دل جو حق کی یاد سے غافل ہوا
مردہ ہے زندہ اسے کس نے کہا

ظاہر و باطن ہے گر یکساں ترا
نورِ حق کا سینہ ہے مظہر ترا

بحرِ حکمت دل سے مارے تیرے جوش
عاقبت مخمور رہو با فرو ہوش

اور اگر حاصل نہیں تجھ کو صفا
جام پی اک بادۂ توحید کا

نیتِ خالص ہے شرطِ ہر عمل — منزلِ عشق اس سے طے ہوتی ہے چل
حسنِ نیت طرفہ شے ہے اے عزیز — پندِ حسن میری ہے گر تجھ کو تمیز
پاک ارشادِ شہِ کون و مکان — إِنَّمَا الأَعمَالُ بِالنِّیَاتِ جان

بیاں اس فصل میں کرتا ہوں انواعِ نصائح کا
اور اسکے بعد ہے مذکور گوناگوں قبائح کا

ہاں بچھایا تو نے مثلِ عنکبوت — جال مکاری کا تا حاصل ہو قوت
ٹوٹے گا ہستی کا تیری تار و پود — ختم وقتِ صید گیری ہے بزود
کھیاں پھر تجھ کو کھائیں گی ضرور — کیونکہ زیروں کو ستاتا ہے بزور
یہ تگ و دو تا کجا بہرِ شکار — یہ غرور و مکر کب تک نابکار
تا کجا رہنا میانِ مزبلہ — بہرِ شیطاں ورد کرنا ہو قلہ
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد آغاز کر — ذکرِ اِلَّا اللہ کو دمساز کر

جو یادِ حق سے غافل ہو اُسے تنبیہ لازم ہے
کہ غفلت اعظمِ حسرت ہے غافل سخت ظالم ہے

نو بہ نو پاکی سے کر ذکرِ خدا — جہر سے فرحت میں کر حق کی صدا
تا کُشادہ تجھ پہ ہو بابِ فتُوح — نام سے ہوتی ہے اُسکے تازہ رُوح
کھول آنکھیں دیکھ تو سارے وحوش — ذکرِ حق کرتے ہیں با جوش و خروش
ہاں کھڑے ہو اور کرو سجدہ اُسے — اپنے خالق سے ہے غفلت کس لئے

رکھو محفوظ اپنے اوقاتِ صلوٰات — تا خوشی حاصل ہو تم کو اور حیات
پاک ذکرِ پاک سے روحیں کرو — فکرِ مولیٰ دل میں اپنے تم رکھو
نیت خالص سے بے ریب و شکوک — رکھتا انشاءاللہ ہوں قصدِ سلوک
ایمن از رہزن نہیں ہے یہ طریق — ہمت حق چاہیئے تیری رفیق

حکایت بنتِ تاجر اور عابد کی سُناتا ہوں
مذمت فعلِ تلبیس و ریائی کی بتاتا ہوں

مَروْ کے اطراف میں زاہد تھا ایک — سو سال دُنیا سے آزاد و نیک
نور پُر نور اُس کا خلوت خانہ تھا — وقف تھا سب میوہ اُسکے باغ کا
اُس کے باطن سے یہ آتی تھی صدا — ماسوائے بوریا ہے سب ریا
دائما رکھتا تھا مہماں خانہ گرم — بذل کرتا تھا خلائق پہ بے شرم
خضر طینت شکل میں الیاس تھا — شغل اُس کا ذکرِ پاس انفاس تھا
مثلِ کروبی تھا زاہد پاک و صاف — کرتے تھے شاہانِ دہر اُسکو طواف
تھا نہایت با خدا وہ مردِ دیں — مقتدا و رہنما اہلِ یقیں
عابد و اہلِ سخا مشہور تھا — چہرہ اُس کا اک طباقِ نور تھا
پیر مردِ زاہد و مخدومِ قوم — نانِ جو سے کرتا تھا افطارِ صوم
ذکر میں ہوتا نہ سُستی کا گذر — گاہ گاہے میل کرتا کاہ پر
تاکہ کچھ باقی رہے سدِّ رمق — نوش کرتا تھا علف وہ مردِ حق

زاہدوں کے ساتھ وہ مردِ نکو — دودھ کا ایک گھونٹ پیتا یا ستو
اس طریقے پر تھا وہ صاحبِ کمال — گوشۂ عزلت میں تا پنجاہ سال
ایک سوداگر تھا زاہد کا مرید — پیشِ مُرشد اور جلیسِ مستفید
اُسکی اک لڑکی تھی نابالغ حسین — غیرتِ خورشید مہ زہرہ جبین
رخت بازرگاں نے باندھا روم کا — تا تجارت کا ہو حاصل مُدعا
کر کے سب تیار سامانِ سفر — پیر سے اپنے یہ بولا باہنر
راہِ دریا سے مجھے جانا ہے رُوم — تا کروں یورغل ہوائے نفسِ شوم
آج میں ہوتا ہوں اسوارِ جہاز — ہے مرا آہنگ تا پہنچوں حجاز
ہے مرے ہمراہ گونہ گونہ مال — سیم و زر تا مجھکو حاصل ہو کمال
میری نورِ چشم کا آب سیاہ — حال بے دیکھے نہایت ہے تباہ
چھوڑتا ہوں اُس کو حضرت کے حضور — تا کہ سیکھے راہِ آداب و شعور
یہ امانت ہے مری بندہ نواز — کیجیے تعلیم اسے روزہ نماز
الغرض تاجر نے وہ دُختِ جمیل — سونپ دی درویش کو بے قال و قیل
ساتھ لیکر مال و اسباب و متاع — دوستوں سے ہو گیا آخر وداع
کی دُعا زاہد نے اُس کو خیر باد — آخرش تاجر نے لی راہِ مراد
پرورش کرتا تھا دُختر کی فقیر — اور کھلاتا تھا طعامِ بے نظیر
پالتا تھا اُسکو یوں عابد بہ کد — پرورش کرتا ہو جوں پوتی کو جد

گذرے تاجر کو سفر میں چند سال ہوگیا تغیر اُس دُختر کا حال
رفتہ رفتہ دُخت گُل پُھلنے لگی لب پہ بھی آنے لگی اُسکے ہنسی
جب ہوئی نزدیکِ ایام بلوغ چہرہ میں کچھ اور ہی آیا فروغ
تھا جوانی کا جو اس کی عنفواں رنگ چمکا مثل ماہِ آسماں
جوں ہرن سایہ سے رم کرنے لگی اُسکی گردن میل خم کرنے لگی
چوری چوری سے نگاہِ نازوخشم سرمگیں خود ہوگئیں وہ ہردو چشم
اتفاقاً اک دن از بدطالعی گھر میں زاہد کے نہ تھا خادم کوئی
پڑگئی دختر پہ زاہد کی نظر بدخیالی کا ہوا دل میں گذر
دل سے بولا پی شرابِ وصل خوب پھر ہو تائب حق ہے غفار الذنوب
خوردوش پہلو میں گھر خالی پڑا جرعہ کچھ دُختر کے نوشیں لعل کا
جلد ہاں آغوش اپنی گرم کر کھینچ دونوں ہاتھ اور بے شرم کر
کس کو ہوتی ہے میسر ایسی چیز کام میں مشغول ہو جلد اے عزیز
ہاتھ یوں عابد نے پکڑا بے حجاب مست پکڑے جس طرح جام شراب
مضغہ سختا اُس کا ہوا مانندِ عاج حد سے افزوں پیر کو تھا ابتہاج
پختہ صحبت پر ہوئی زاہد کی رائے مستعد بیٹھا کہ دُختر کو لٹائے
قدرتِ حق سے ہوئی فوراً عیاں شکل اک انگشتِ حیرت در دہاں
اور کیا اس فعل سے زاہد کو منع حصر اور حد سے فزوں ہے جسکی شنع

سنکے اُس صورت سے ذکرِ خوفِ حق / ہوگیا زاہد کے منہ کا رنگ فق

خوفِ حق نے یہ کیا دل پر اثر / رہگیا زاہد کلیجہ تھام کر

بھاگ نکلا یوں وہ مردِ ہوشیار / جوں زلیخا سے ہوا یوسف فرار

گھر سے بھاگا پیرِ غمگین و خجل / عقل غائب ہوش پرّاں منفعل

جستجو میں ڈورتا تھا ہر طرف / با دلِ پُر سوز و جانِ پُر شغف

دور پہنچا چھوڑ کر شہر و وطن / اشک ریزاں راتدن اور نعرہ زن

روح کو اُس کی ملا حرمان و درد / تھا بگولے کی طرح صحرانورد

گاہ زاہد ڈالتا تھا سر پہ خاک / کھینچتا تھا گاہ آہِ سوزناک

تھی اُسے اس بات کی بس جستجو / تا کہ اہلِ درد سے ہو دوبدو

وسوسوں سے جو اُسے بخشے نجات / اور بتادے دل کی وہ زاہد کے بات

کھول دے زاہد پہ اسرارِ نہاں / مکر سے شیطاں کے دے اُسکو اماں

جستجو میں تھا وہ دائم حق پژوہ / دشت گاہے ڈھونڈھتا تھا گاہ کوہ

ناگہاں لوگوں نے زاہد سے کہا / یعنی یاں اک رند ہے مردِ خدا

پوچھو گر مستقبل و ماضی کا حال / سب بتاتا ہے بحکمِ ذو الجلال

منکشف ہیں اُسپہ اسرارِ قلوب / جملہ ظاہر اُسپہ ہے زشت اور خوب

رند کا آغاز ہے عہدِ شباب / امردوں کے ساتھ پیتا ہے شراب

الغرض یارانِ مخلص خوشخصال / لے چلے زاہد کو بعدِ قیل و قال

اور ہوئے رہ گیر سوئے میکدہ
رند کا مسکن تھا کوئے میکدہ

یہ حالِ میکشی درویش نے جب رند کو دیکھا
تو زیرِ لب کہا لاحول و دل میں اپنے پچھتایا

دُور سے دیوانے کا دیکھا جو حال
رُک گیا لاحول خواں وہ خوشخصال

اور کہا یہ رند ہے امرد پرست
محوِ بوسہ بازی و سرشار و مست

رند نے آواز دی کاے حق شناس
آفریں صد مرحبا آ میرے پاس

کس لئے یہ واپسی اے خوش صفات
آؤ مجھ تک تا ہو خطرے سے نجات

الغرض زاہد ہوا اُس سے دوچار
پاس بیٹھا رند کے بے ننگ و عار

ایک امرد خوب صورت مثلِ حور
رُوبرُو بیٹھا تھا اُسکے باسرور

واہ کیا تھا امردِ یوسف مثال
شعلۂ آتش کہوں یا مہ جمال

سبزہ آغاز و ملیح و پُرنمک
جس سے شرمندہ ہو کُندن کی دمک

دمبدم جب رند پیتا تھا شراب
کھینچتا تھا بر میں امرد کو شتاب

جامِ صہبا پہلے عابد کو دیا
گرد سے کلفت کی دل کو دھو دیا

بن گیا وہ بادہ فوراً شہد و شیر
اس کرامت سے ہوا حیرت میں پیر

دل میں اُسکے تھا جو امرد کا خطر
رند بولا یہ ہمارا ہے پسر

پھر ہوا یہ دوسرا خطرہ اُسے
راہِ عفت سے یہ دوری کس لئے

رند ہے اسرارِ حق سے باخبر
جملہ غائب اُسکو حاضر سربسر

باطناً ہے اس قدر قدسی سرشت — میوہ چُنتا ہے یہ از باغِ بہشت
کس لیئے رکھتا ہے رندِ ذو فنون — ظاہر اپنا اسقدر خوار و زبوں
کرکے معلوم اُسکے دل کا مدعا — رند نے اس طرح زاہد سے کہا
اس لیئے میں نے کیا ہے یہ عمل — چھوٹ جائے تا رہِ مکر و حیل
تا نہ سمجھے کوئی مجھ کو مُتّقی — جو کوئی دیکھے سو وہ جانے شقی
بھاگتا ہوں میں تقدّس سے کمال — زندگی خوش ہے بہیچ و پوچ حال
اہلِ دُنیا تا مجھے سمجھیں ذلیل — مجھ سے بچنے کی رکھیں روشن دلیل
نے کوئی رکھّے امانت میرے پاس — نے کوئی جانے مجھے ایزد شناس
ہے فراغت مجھ کو از کیدِ جہاں — یہ امانت داریِ دہر الاماں
گو عمل ہیں میرے پُختہ یا کہ خام — ہوں پر ان بدنامیوں میں نیکنام
نے کوئی اس بات میں مجھ کو ستائے — دُخترِ نا بالغ نہ مجھ کو سُونپ جائے
گفتگو یہ سُنکے عابد گر پڑا — رند کے قدموں پہ اور قرباں ہوا
کہہ کے یا ہو رند نے چھڑکا جو آب — رُوئے عابد پر کھُلا سدّ و دباب
دُور زاہد سے ہوا غم اور ملا — طاعتِ پنجاہ سالہ کا صِلا
کچھ رہا دل میں نہ اُسکے وسوسہ — جلد یا خوش ہو کے سوئے مدرسہ
شُستہ و پاکیزہ بن کر مردِ راہ — ہو گیا راہی بسُوئے خانقاہ
دیکھا آخر تو نے یہ شیر و برنج — بن گئی عابد کے حق میں درد و رنج

کیا ہے یہ شیر و برنج افعالِ زشت　　جو کرے محروم تجھ کو از بہشت
کیا ہے یہ شیر و برنج اے ناصبور　　مکر و کبر و نخوت و زور و غرور
ذرہ بھر چھوڑا نہ تجھ میں عقل و نور　　یہ جو ہے شیر و برنج مکر و زور

حکایت ہے کہ صحرا میں گئے تھے بہرِ استسقا
وزیر و بادشاہ و عام و خاص و ادنیٰ و اعلیٰ

ہے روایت عہدِ ماضی میں ہوا　　رُکنے سے باراں کے اک عالم فنا
خشک سالی سے ہوا عالم خراب　　بن گیا روئے زمیں مثل کباب
ابر کا لکہ نہ آتا تھا نظر　　نخل خشکی سے پڑے تھے بے ثمر
کھیتیاں سب بے نور و بے رونق تمام　　آگ جنگل میں برستی تھی مدام
سب کے سب حفاظ و زہاد و شیوخ　　با نگاہِ تند و تند و شوخ شوخ
شہر سے باہر گئے بہرِ دعا　　با رجوعِ صاف و قلبِ باصفا
خسروِ کشور مع میر و وزیر　　طفل و برنا پیر و زوار و فقیر
شہر سے نکلے ہوئے وارد بدشت　　ہم رکابِ تاجور با تختِ تخت
ایک ٹیلے پر ہوئے کل منطبق　　بکریاں گلے میں ہوں جوں ملتصق
ننگے سر زاری سے کرتے تھے دُعا　　ایک دن کا سُنیے طرفہ ماجرا
اک شرابی ناگہاں پہنچا وہاں　　دیکھ کر یہ اجتماعِ مردماں
ایک سے پوچھا براہِ ریشخند　　کیوں ہوئے ہیں مجتمع یہ خود پسند

یوں کہا اُس سے کسی نے درجواب — کیا نہیں تجھ کو خبر اے ناصواب
پندرہ دن ہو چکے ہیں روز و شب — پڑھتے ہیں مصحف بصدق سوز سب
ہیں خلوصِ دل سے مصروفِ نماز — با ہزاراں عجز و الحاح و نیاز
قاضی و مُفتی فقیہہ و شیخ شہر — گرگِ باراں دیدہ دانایانِ دہر
مینہ برسنے کو نہیں ہے حکمِ رب — غرق بحرِ فکر میں ہیں روز و شب
بلکہ ہم بندوں کی زاری کی مضاف — آتش گرما میں ہے شدت زیاد
کیا پڑی ہے تجھ کو کھاگ اے تیرہ عقل — دیکھتے ہی شاہ کر ڈالے گا قتل
مثلِ شیطانِ لعیں بیخوف و عار — کیوں یہاں آیا بھلا اے نابکار
کھینچ کر یا ہُو کا نعرہ بے درنگ — شیشۂ مے مست نے توڑا بسنگ
اور کہا لب تک نہ لاؤنگا شراب — مینہ نہ برسے جبتک اور اُٹھے سحاب
آبرو ہے میری یارب تیرے ہاتھ — بندگی میں چُست ہوں یا بے ثبات
مجھ کو ہے تیری خدائی کی قسم — تا نہ برسائے گا تو ابرِ کرم
میں نہ سونگھوں گا کبھی بوئے شراب — میں نے چھوڑا راحت و آرام و خواب
دُھوپ میں بیٹھا ہوں ہیں خمیازہ کش — گو جلا ہی دے مجھے نارِ عطش
خود ترا ایما ہے اے میرے حبیب — بادۂ گلگوں نہ ہو مجھ کو نصیب
رحمتِ حق کا ہوا فی الحال جوش — جوش پر ہر سُو تھا بادل کا خروش
رعد کا وہ شور اور عظم و شکوہ — ابر اُٹھا سمتِ کُہ سے کوہ کوہ

مینہ وہ برسا غضب سے بے تابِ برق
شعلہ زارِ برق کو تھا خوفِ غرق

دشت و شہر و خانۂ دہما نسرا
یاں سے واں تک کوچۂ سیلاب تھا

کوہ و صحرا نے قبا پہنی ہری
ہو گئی اُمید کی کھیتی ہری

خیرہ خیرہ ہو گیا نورِ نگاہ
گھر گیا چاروں طرف ابرِ سیاہ

اپنے خالق پر کیا بندہ نے ناز
پھر لگا پینے شرابِ دلنواز

رند تر دامن بہ عینِ مطرودعد
گرم تھا بجلی سا در ایفائے عہد

پھر وہ خوش ہو کر پکارا کہ اے خدا
عفو غالب ہے گناہوں پر ترا

کچھ نہیں دل میں رہا وسواس اب
مالکا روزی رسانا میرے رب

ناز بردارا مرے پروردگار
تجھ سے ہے بندہ نہایت شرمسار

ناز تجھ پر کرتے ہیں اہلِ نیاز
اس جگہ بے دخل ہے روزہ نماز

حکایت ہے کہ اک ابدال نقالوں میں شامل تھا
بہ نقلِ شیر بن کر شیر وہ محفل میں جب آیا
ذلیل اُس کو کیا فرزندِ شہ نے فرطِ نخوت سے
تو اُس کو پھاڑ کھایا پھر کیا زندہ کرامت سے

مدتوں سے تھا بھنڈیلوں میں چھپا
شکل بدلے ایک عارف باخدا

کوئی اُس کے حال سے واقف نہ تھا
جانتے تھے اُس کو بھی اک بھانڈلا

گاہ گاتا گہ بجاتا ڈھولکی
اپنی ظاہر کرتا تھا کاریگری

جانتے تھے مسخرہ اُس کو تمام — کیونکہ ظاہر میں یہی تھا اُسکا کام

دائرے کو جب بجاتا مردِ حال — شوق کا شعلہ بھڑکتا تھا کمال

گہ بجاتا تالیاں گہ چنگ رُود — گہ رباب اور گاہ چٹکی زود زود

جس گھڑی مصروف ہوتا تھا بہ نقل — قاہ قہ سے ہوش رہتے تھے نہ عقل

شاہِ کشور نے قضا را ایک شب — ان بھنڈیلوں کو کیا لطفاً طلب

خندہ آور نقلہائے پے بہ پے — بارگاہِ شاہ میں کرتے رہے

خاندانِ شاہ کے پیر و جواں — سب کے سب محفل میں تھے جلوہ کناں

اُن میں تھا اک شاہزادہ نامور — وارثِ ملک و ولی عہدِ پدر

اہلِ محفل سے کہی اُسنے یہ بات — یعنی نقالانِ بیہودہ صفات

نقلیں کرتے ہیں نرے حد پوچ و خنک — بدمزہ بے سود و لغو و بے نمک

ناگہاں اُن میں سے نقالِ دگر — جب ہوا مصروفِ نقلِ شیرِ نر

شاہزادہ اُسکو دیکھکر گوشمال — بولا یہ ہے شیرِ غرندہ کا حال

شیر کا سا ہے ترا کلہ کہاں — اور کہاں جنگل میں وہ تاب و تواں

شیر کی سی شکل ہیبت زا کجا — جسکے حملے سے قیامت ہو بپا

تیری مونچھیں زرد کب ہیں اے زبون — شیر کی مانند آغشتہ بخوں

وہ تری شیرانہ ریش و فش کہاں — یال و گوپال اور وہ غرش کہاں

تجھ میں شیرانہ کہاں قہر و غضب — تو چباتا ہے زبان دانتوں میں کب

شکل تیری جوں شغادِ ناتواں
اُس پہ یہ دعوی کہ ہوں شیرِ ژیاں

سُنکے عارف نے یہ طعنے برملا
تند تر شہزادہ پر حملہ کیا

شیر کی مانند ڈالا اُسکو پھاڑ
کھا لیا سب گوشت چھوڑا ہاڑ ہاڑ

کھا گیا سب گوشت اُس کا شیرِ نر
چھوڑا شاہزادہ کو مُردہ خاک پر

سُرخ کرکے خونِ شہزادیسے چنگ
وہ کیا ہوتا ہے جو شیروں کا ڈھنگ

نقل پُوری کرکے وہ مردِ خُدا
اپنے ہمجنسوں میں پھر داخل ہوا

واں ہوا قائم جو تھا اُس کا مقام
اور لگا ڈھولک بجانے لا کلام

آگ ایسی جب کہ محفل میں لگی
اہلِ مجلس پر ہوئی طاری غشی

زلزلہ اک سخت محفل میں پڑا
شکلِ آئینہ ہر اک حیران تھا

ہو گیا غائب ہر اک حاضر کا جوش
صورتِ دیوار تھے سارے خموش

کانپتا تھا عضو ہر اک شاہ کا
دیکھ کر یہ حال اپنے ماہ کا

دیکھ کر بے نور اپنے ماہ کو
خشک تن میں ہوگیا شہ کے لہو

مُردہ پاکر اپنا یوں لختِ جگر
کیا کہوں صدمہ جو گذرا شاہ پر

تھا زبس اہلِ خرد شہ کا وزیر
عارفِ کامل ولی مردِ فقیر

اُس نے عارف سے بصد زاری کہا
آفریں ہے آفریں صد مرحبا

خوب ہی کی آپنے یہ نقلِ شیر
نقلِ عیسےٰ ابھی تو ہوکیجے نہ دیر

گو کہ ظاہر میں وہ اک نقال تھا
درحقیقت سرورِ ابدال تھا

سن کے یہ فی الفور وہ عیسیٰ بنا
فرق دونوں میں نہ تھا اک بال کا

خود بخود پیدا ہوئے گویا مسیح
تھے وہی انفاس اور نطق فصیح

حلۂ جنت کا پیراہن بدوش
مقتدائے قدسیانِ حلہ پوش

قم باذن اللہ عارف نے کہا
شاہزادہ مردہ فوراً جی اٹھا

آیا شاہنشاہزادہ پیشِ شاہ
فرشِ پرخوں حال پر اُس کے گواہ

بیٹھا لیکن سہمگین و ہولناک
با دلِ ہمرنگِ غنچہ چاک چاک

شاہزادہ سے ہوا پرساں پدر
دیکھا جو کچھ تو نے دے ہمکو خبر

شاہزادہ نے کہا میرا شکم
پھاڑا جسدم شیر نے اے محتشم

جان دی میں نے بصد رنج و تعب
پہنچی پر چرخِ چارمیں پر روح جب

نیند آئی میں تو غافل سو گیا
خازن آیا قفل دروازہ کھلا

رحم عیسیٰ نے کیا مجھ زار پر
گوشت کب تھا ہڈیوں کو جمع کر

زخم تن پر تھے جو میرے یک قلم
زیرِ لب پڑھ کر کیا کچھ اُنہ دم

پایا میں نے خود کو زندہ تندرست
کہہ کے یہ دھونے لگا پھر رو و دست

دیکھ کر جوں تازہ گُل اپنا پسر
اشکِ شادی سے ہوا شہ چشم تر

سیر کو واں جمع اک عالم ہوا
سُنکے ماتم میں خوشی کا غلغلہ

بسکہ خلقت کی ہوئی واں کشمکش
ہو گیا غائب وہ عارف برق وش

بن گئے تصویر گویا اہلِ نقل
ہو گئے دیوانہ آسا اہلِ عقل

شہ نے پوچھا کون تھا یہ نیکبخت | عرض نقالوں نے کی اے زیب تخت
مدتوں سے یہ ہمارا تھا رفیق | واقف اسرار ہے رب شفیق
آزمایا تھا کسی نے اُس کو کب | جانتے تھے ہیچ و پوچ و یاوہ سب
ہمکو بھی معلوم ہے بس اتنا حال | دیکھا ظل اللہ نے خود جتنا حال
گر ہمارا قتل ہے منظور شاہ | صابر و شاکر ہیں ہم پر بے گناہ
حکم شہ پر ہے ہماری جان نثار | بندے ہیں آقا کے زیر اختیار
شہ نے کر کے جمع ہوش و عقل کو | کر دیا رخصت پھر اہل نقل کو
ہیں بہت ایسے کہ ظاہر ہے تباہ | قہر ہے پر اُن پہ بد کرنا نگاہ
بیشتر ابدال با تغیر شکل | رکھتے ہیں دنیا میں یکساں شرب و اکل

خدا نے فی السماء رزقکم قرآں میں فرمایا
فورب السماء تنطقون تک بعدہ آیا
بصد تحقیق تفسیر کلام اللہ لکھتا ہوں
دقائق ہم لطائف کا بیاں تحریر کرتا ہوں
کفالت اور تاکید و قسم تحقیق معنے کی
لکھی ہے مجمل اور مذکور ہے ترکیب نحوی بھی

فکر میں رازق کی گر اپنے کو گم | پڑھ سمجھ کر فی السماء رزقکم
خود کہا اُس نے جو ہے روزی رساں | رزق ہے مقسوم کا در آسماں

یہ ضمانت رزق کی دیکھ اے زبون
واوِ عطف آیا ہے بر ما توعدون

مائے موصول اُسکی اُردو ہے جو کچھ
سرسری ہرگز نہ تو جان اُسکو کچھ

ہیں یہ معنی جامعیت کو شمول
گر نہ سمجھے تجھپہ حیف اے بوالفضول

حاوی یہ الفاظ کُل اشیا یہ ہیں
دالِ فیضِ پرورش فرما یہ ہیں

جسقدر ہیں تیرے افعال و ہنر
ہے مقدر اُس میں تیرا خیر و شر

تو سمجھتا ہے اگر ترکیبِ نحو
لہو میں ہرگز نہ کر اپنے کو محو

منکشف تجھ پر جو یہ پردہ ہوا
لابدی پہنچیگا جو وعدہ ہوا

نفع دیگی پھر تجھے کیا یہ تلاش
خود سمجھ اس نکتے کو اے خوش معاش

حکمِ رازق پر ہے گردن اپنی خم
فائے تعقیبی ہے پھر واوِ قسم

تا قسم سے تجھ کو ہو تسکیں عطا
حق نے نام اپنا لیا ربُّ السما

اور سما پر پھر کیا معطوف ارض
یہ عبارت ہے سمجھنا تجھپہ فرض

پھر تو لفظِ اِنَّہٗ پر کر نظر
چاہتا ہے اِنَّ خود اسم و خبر

اسم اِنَّ کا پڑے ہے جو ضمیر
اُس کا مرجع رزق ہے اے مرد پیر

اور لحقٌّ اسم کی ہے جو خبر
لطفِ تحقیقِ الٰہی کر نظر

لام تاکیدی جو کہتا ہے سخن
اس سے کیا مژدہ ہے بہتر جانِ من

فہم کر تو مثل ما کی پھر مثال
واہ قرباں ایسا فضلِ لایزال

اِنَّہٗ کے بعد آیا اِنَّکُمْ
ہے پئے تحقیق تحقیقِ دوم

نَحنُ قَسَمنَا کی مہر ہے فرمان پر / روزی دیگا تجھ کو ربِ دادگر

حق نے فرمائی ہے رزق از کرم / اسقدر تاکید و تحقیق و قسم

پر یقیں تجھ کو نہیں اے بے یقیں / آپکو پھر جانتا ہے اہلِ دیں

رزق دینے کا ہے بر وجوب / ایسا ضامن کون ہوگا درجہاں

دربدر پھرتا ہے کیوں زار و ملول / یہ ضمانت کیا نہیں تجھ کو قبول

تیرا دل رکھتا نہیں گر یہ خبر / پھر عقیدہ کیا کلام اللہ پر

رزق کا تیرے ہوا ایسا کفیل / دوسرا ہے کون جز ربِ جلیل

ایسا ضامن معتبر فریادرس / ربع مسکوں میں ہے کون اے بوالہوس

یہ جو ہے افکار کا تجھ پر ہجوم / غور کر ارشاد مولانائے روم

کر توکل چھوڑ دست و پا کا عشق / تجھ سے تجھ پر تیرا عاشق تر ہے رزق

مت پکا شیر و برنجِ کذب و ریب / زشت تر اس سے نہیں ہے کوئی عیب

ہاتھ آلودہ نہ کرنا زینہار / نیلگوں ہے اس کا رنگ از زہر مار

اے برادر یہ پیالہ توڑ ڈال / ہاتھ کو مت ڈال اس میں کھوٹ ٹال

کسی فاضل سے اک جاہل نے ان آیات کے معنی سُنا اور کوہ پر تنہا توکل کر کے جا بیٹھا

شرح ان آیاتِ قرآنی کی جب / ایک فاضل سے سُنی جاہل نے تب

روشن اُس کے دل کا آئینہ ہوا / اور یقیں دل پر ہوا جلوہ نما

جب ہوئے جاہل کو یہ معنی وقوف — مہرِ ایقاں اُس کا نکلا از کسوف
ذوق ان باتوں کا جب حاصل ہوا — مرد مردانہ صفت فوراً اُٹھا
اور کیا اک تلۂ کہ پر قیام — با دلِ پُر صبر و جانِ شاد کام
آخرش جب بھوک کا غلبہ ہوا — آ گئی نیند اُس کو پڑ کر سو گیا
دن گذر کر رات آئی دوسری — ناگہاں عنبر کی خوشبو واں بسی
سوتے سوتے جب ہوا بیدار مرد — کھانا دیکھا اپنے پاس اور آبِ سرد
بس گیا بوئے مزعفر سے دماغ — حق سے پہنچا اُس کو کھانا با فراغ
مرد کو از نعمتِ ربِّ غفور — رحمتِ حق سے ہوا حاصل سرور
بلکہ جب دم رازِ حقانی کھلا — سونے اور چاندی کا ہر اک ظرف تھا
جان و تن سے شکرِ منعم برملا — رات اور دن وہ ادا کرتا رہا
کیسی کیسی لذتوں سے سر بسر — لطفِ رازق سے ہوا وہ بہرہ ور
شمعِ کافوری جلی اُس کے لئے — نور سے اُسکے قویٰ روشن کیے
اُسکی خاطر فرش دیبا کا بچھا — آفتابہ طشت بھی حاضر ہوا
بسکہ شامل اُس کے تھا فضلِ خدا — چاہتا جو کچھ وہی تیار تھا
عمر اپنی یوں وہ گذراتا گیا — اور ظروف اک غار میں ڈالا گیا
ایک مدت یوں ہی جب گذری اُسے — بادشاہِ وقت آیا دیکھنے
کشف میں مشہور وہ پیہم ہوا — آرزو مند اُس کا اک عالم ہوا

اُس کے مسکن پر برستا تھا جو نور
نور تھا آنکھوں کا وہ دل کا سرور

مردِ اُمّی کا وہ موقر اوستاد
پہنچا اُس کے دیکھنے کو شاد شاد

رات کی اُس نے بسر واں بانیاز
پوچھا تنہائی میں اُمّی سے یہ راز

یعنی کیا تو نے کیا اے پاک دیں
جس سے ہے الطافِ رب تیرے قریں

میں نے دیکھا تجھ کو اکثر بیشتر
اس مقام اس شہر میں اس جائے پر

جہد و زہد ذوق و شوق و قیل و قال
علم و فہم و ہوش و عقل و وجد و حال

تھا کسی شئے کا نہ کچھ تجھ میں اثر
یہ ملا تجھ کو کہاں سے اے پسر

سرگذشت اپنی مفصّل کر تو نقل
میرا یاں قاصر ہے علم و ہوش و عقل

مردِ حق نے یہ دیا اُس کو جواب
سب یہ بخشش آپ کی ہے اے جناب

جب سے شرحِ فی السّماءِ رزقکم
آپ سے سُنکر ہوا ہیں آپ گم

میں نے جنگل کو بنایا اپنا گھر
فکرِ روزی کی رکھا طاق پر

اس جگہ آکر کیا میں نے قیام
بھیجتا ہے رب مجھے خوانِ طعام

ہوتے ہیں سب نقرہ و زر کے ظروف
آپ نے بخشا مجھے عقل و وقوف

اب مجھے رازق مرا حسب المراد
دیتا ہے سوچتے خواہش سے زیاد

شکرِ حق سے ہے مری قاصر زباں
جو مجھے خواہش ہے وہ حاضر ہے یاں

رات دن انبارِ برتن بے شمار
ڈالتا ہوں اس میں دیکھو وہ ہے غار

سُنکے یہ باتیں گیا وہ غار میں
ظرف لینے کو وہاں مار میں

برتنوں کا غار میں انبار تھا — وہ اُٹھاتا تا کجا ناچار تھا
اُٹھ سکے جو ظرف اُس سے وقتِ شب — لیگیا گھر دیدیئے عورت کو سب
ایسے شاکر پر ہو فضلِ کردگار — حیف اُس اُستاد پر ہے بار بار
تو نہ رکھا شیر و برنج اے بیوقوف — سیم و زر سے مت بنا ہرگز ظروف
جذبِ دل جس شخص کو حاصل ہوا — رہگیا اُستاد وہ کامل ہوا
کیا ہے یہ شیر و برنج اے ذوفنون — دربدر پھرنا پڑے دُنیاے دُوں
کیا ہے یہ شیر و برنج اے بے بصر — علم تو یہ کچھ ولیکن سب بے خبر

فلاحِ دو جہاں کا تو اگر اے دوست طالب ہے
تو صحبت سے عوام الناس کی پرہیز واجب ہے

اُسکی طاعت میں ہے سُست اے بیحیا — جس نے تجھ کو تاجِ کرمنا دیا
آدمیت کا شرف بخشا تجھے — اپنی رحمت سے کیا پیدا تجھے
جلد اُٹھ کر مرد بن مردانہ وار — اور غنیمت جان یہ لیل و نہار
عاشقوں سے سیکھ لے عقل و تمیز — فیضِ صحبت ہے عجب چیز اے عزیز
صحبتِ عاقل سے تو ہو دیدہ ور — صحبتِ جاہل بنائے تجھ کو خر
صحبتِ بد کرتی ہے سینہ کو ریش — اور بنا دیتی ہے شیرِ نر کو میش

مجھ کو یاد اک قصہ ہے حسب المرام
عہدِ ماضی کی حکایت ہے تمام

سُنا ہے ایک شیرِ شرزہ اپنی ہیئت اصلی
بھلا بیٹھا کہ صولت بکریوں کی اُسپہ غالب تھی

اتفاقاً بچہ دار اک شیرنی — ہاتھ سے اک شاہ کے ماری گئی
بچہ اُس کا اک گڈھے میں چھپ گیا — مثلِ گربہ خوف سے بیتاب تھا
جب ہوا شاہِ جہاں اور اہلِ کار — واپسِ دولت سرا بعدِ شکار
فوج سے سلطانِ عالم کی تمام — جب ہوا خالی سراسر وہ مقام
تب گڈھے سے نکلا باہر بچہ شیر — زندگی سے اپنی آخر ہو کے سیر
تا کہ ایسا کوئی گوشہ ہاتھ آئے — جان کو واں اپنی دشمن سے چھپائے
اک چراگہ میں یہ پہنچا ناگہاں — میش و بز کا گلہ چرتا تھا جہاں
پہنچا گلے میں جو یہ ناجنس وار — بکریوں نے خوب مارا بار بار
زخمِ شاخِ میش سے مذبوح گوں — شیر بچہ کا ہوا تن غرقِ خوں
خوف نے دل میں کیا اُسکے مقام — بھولا شیروں کی وہ عادت کو تمام
بز کی دُنبالہ روی کی اختیار — ہو گیا بھیڑوں سے آخر سازگار
میش کو بھی اُس سے آمیزش ہوئی — غیر جنسی غیریت جاتی رہی
شیر بچہ رہتا تھا ہمراہِ میش — بھول کر ذات و صفات و فعلِ خویش
آپ کو کہتا تھا خانہ زادِ میش — جانتا تھا میش و بز کو بیرِ خویش
میش کی مانند چرتا تھا علف — زندگی یتا نہ کرتا تھا تلف

جانتا تھا وہ نہ اپنی اصل و وضع
قد بڑھا گو اُس کا ساڑھے سات ذرع

جبکہ اس صورت سے گذرے چند سال
ناگہاں صحرا سے آیا اک وبال

آیا اکدن گلے میں شیرِ نر یاں
پھاڑ ڈالیں اُس نے صدہا بکریاں

کھائیں کتنی کچھ کو کر ڈالا ہلاک
لیگیا کچھ بکریاں بہرِ خوراک

آفت اک برپا ہوئی جنگل میں سخت
اُسکے غرانے سے گونجے کوہ و دشت

بکریاں دہشت سے بھاگیں جابجا
جس کا مُنہ اُسوقت جس جانب اُٹھا

بھاگا ضیغم زادہ بھی مانند میش
خوف سے دل پارہ پارہ ریش ریش

رہگیا وہ شیرِ نر حیراں شال
دیکھ کر اُس شیرزادے کا یہ حال

شیرزادے کے چلا پیچھے وہ شیر
روک کر بولا کہ اے شیرِ دلیر

کون ہے تو کس لئے ہے یہ فرار
بولا وہ میں بھی ہوں اک میشِ نزار

گلے میں جتنی تھیں بھیڑ اور بکریاں
گر پڑیں ڈر سے کنوئیں میں نیچیاں

میں بھی ہوں موجود خانہ زادِ میش
نوش کیجے بندگی ہے میرا کیش

شیرِ نر نے سُنکے یہ اُس سے کہا
میش کا ہے ڈیل کب تجھ سا بھلا

یہ خیالِ خام دل سے دور کر
خود کو اپنے زور پر مغرور کر

تجھ کو ان باتوں کی کچھ غیرت نہیں
تو مرا ہمزاد ہے اے بے یقیں

اے برادر تو ہے مجھ سا شیرِ نر
گلہ ہائے میش و بز کو یاد کر

شیرزادے نے دیا اُسکو جواب
کچھ برس گذرے ہیں اے عالیجناب

میش کے لشکر نے میرا جسم زار
کر دیا مجروح و مضروب و فگار

یاد ہیں اب تک وہ ضربیں الاماں
تن پہ ہیں یہ شاخ و دنداں کے نشاں

کب بہ پیش میش لے سکتا ہوں سانس
میش کے ڈر سے چبھی ہے دل میں پھانس

میش عزرائیل کی نائب ہے لیک
جسم دو ہیں روح دونوں کی ہے ایک

یہ حکایت سن کے اُس سے شیرِ نر
بولا اے نامرد بزدل بے خبر

اپنا چہرہ دیکھ پانی میں بھلا
میش و بز سے ہے تجھے کیا واسطا

اپنا بازو اور بروت و چنگ دیکھ
یال و کوپال اور اپنا رنگ دیکھ

جسم و قد و شکل دیکھ اپنا تمام
شیر ہے اور شیر زادہ تیرا نام

عزمِ مردانہ بنا خضرِ طریق
تجھ کو لازم ہے کہ ہو میرا رفیق

مار ڈالوں گا تجھے اے بوالفضول
گر نہ تو نے کی مری قربت قبول

ہاں مگر تجھ کو رکھوں گا اے رکیک
کھانے پینے میں برابر کا شریک

میش و بز نر گاؤ جاموش غزال
جو کروں میں صید رکھ اُسکا خیال

تو بھی رہ اس طرح سے مصروفِ کار
جیسے میں کرتا ہوں تو بھی کر شکار

سالہا سال الغرض وہ شیرِ نر
شیرِ دہشت خوردہ کو با زجر و جبر

ساتھ اپنے ہر جگہ رکھتا رہا
بھائی بھائی پیار سے کہتا رہا

میش کا ڈر اُسکی خاطر سے بہ دیر
نکلا اور بازو میں آیا زورِ شیر

بوئے خوں سے جب لبا اُس کا مشام
تب رکھا آخر کو اپنا شیر نام

گوشت جب وہ راتدن کھانے لگا — تن ہوا دل سے آخر شو گتا

جبکہ ہم صحبت ہوئے دونوں دلیر — شیر زادہ بھی بنا اک نرہ شیر

فیضِ صحبت نے دکھایا راستا — فرع اپنی اصل سے واصل ہوا

شیر ساں وہ ساکن بیشہ ہوا — شیر کا شیرانہ خود بیشہ ہوا

خدمتِ شیرِ عربؐ میں کر نہ دیر — تاکہ مثل اپنی بنائے تجھ کو شیر

حُبِّ حیدرؓ کا پیالہ کرکے نوش — شیرِ غرّاں کی ہو صورت پُرخروش

شیر ساں ہمّت کو مردانہ بنا — نیستانِ عشق میں خانہ بنا

میش و بُز سے کر نہ خوف اے نامور — کر بسر دُنیا میں مثلِ شیر نر

آدمِ خاکی تھا مسجودِ ملک — یادِ حق میں رکھ قدم فوق الفلک

اُٹھ اب انشاء اللہ اے مردِ عزیز — رکھ قدم اندر رہِ عقل و تمیز

لا الٰہ پر ضربِ الّا اللہ دے — ہاتھ پاؤں توڑ میشِ حرص کے

بر درِ شاہِ نجف دریوزہ کر — آبِ کوثر سے بھر اپنا کوزہ بھر

شیر آسا ہو رہِ دیں میں قوی — میش کی صورت نہ پست و دنی

ہمّتِ مرداں نبی غالب ہے نانگ — اور علیؓ ابن ابی طالب ہے نانگ

رسول اللہؐ نے معراج میں جبرائیلؑ سے پوچھا
کہ عرش کبریا پر کون یہ سوتا ہے بے پروا

سرورِ عالمؐ نے شبِ معراج کی — سوتے دیکھا عرش پر اک آدمی

پوچھا جبریلؑ امیں سے اے حبیب ۔۔۔ کون ہے یہ سونے والا خوش نصیب
بولے جبریلِ امیں یہ ہے اویس ۔۔۔ یا شفیع المذنبیں یہ ہے اویس
شور سے پشتوں کے آزردہ ہوا ۔۔۔ اور یمن سے خاطر افسردہ ہوا
آج کی شب میں نہ ٹھہرونگا بفرش ۔۔۔ کہہ کے آیا سو گیا بالائے عرش
جو ردائے سبز رکھتا ہے بدوش ۔۔۔ کتنے ہیں پیوند اُس میں ستر پوش
رہبرِ عاشق ہے ہمت کا خضر ۔۔۔ جائے خاصانِ خدا ہے عرش پر

حکایت ہے کہ اک سلطانؔ و سلطانہ میں جھگڑا تھا
یہ اپنے پیر کو اپنے کو وہ افضل بتاتا تھا

کل کوئی کہتا تھا مجھ سے اہلِ درد ۔۔۔ نام سید مرتضیٰ تھا ایک مرد
چار ابرو صاف رکھتا تھا مدام ۔۔۔ نشۂ صہبا تھا قوت اُس کا مدام
مقتدائے مرشدِ آزادگاں ۔۔۔ مرد با معنی تھا حقانی بہ شاں
گو بظاہر تھا خلافِ شرع یہ ۔۔۔ خرقِ عادت کا تھا مظہر سر بسر
زوجۂ شہ کا تھا اُس پر اعتقاد ۔۔۔ بلکہ مرشد جانتی تھی خوش نہاد
بادشہ کا پیر تھا اک متقی ۔۔۔ شہ کو تھی آزاد سے آزردگی
سالکوں سے عشق رکھتا تھا کمال ۔۔۔ دل میں مجذوبوں سے رکھتا تھا ملال
اتفاقاً زوجۂ شاہِ زمن ۔۔۔ دونوں تھے اکدن محل میں ہم سخن
اپنے اپنے مرشدوں کی گفتگو ۔۔۔ کر رہے تھے دونوں باطرزِ نکو

اپنے اپنے پیر کا فضلِ جلیل ۔۔۔ کر رہے تھے دونوں ثابت با دلیل
مرشدِ سالک یہ شہ کو ناز تھا ۔۔۔ پیشِ زوجہ مرتضیٰ ممتاز تھا
جب تلک یہ تذکرہ ہوتا رہا ۔۔۔ وقت پر کھانے کو دسترخوان بچھا
بولی بی بی میرا مُرشد ہے قوی ۔۔۔ پیر کو اپنے فضیلت شہ نے دی
آخرش کھانا رہا ناخوردہ سب ۔۔۔ شرط خاتوں نے یہ باندھی شہ سے تب
دستِ اقدس جس کا ظاہر ہو ز غیب ۔۔۔ فضل میں اُسکے نہیں ہے کوئی ریب
اس طبق سے لے جو اک لُقمہ اُٹھا ۔۔۔ دوسروں سے ہے وہ بہتر باخدا
دونوں نے یہ کر کے نیت اور رجوع ۔۔۔ فاتحہ اُسدم پڑھی باصد خضوع
ناگہاں اس گفتگو میں برملا ۔۔۔ دستِ سیدِ مرتضےٰ ظاہر ہوا
ہو گئی خالی بھری قابِ کباب ۔۔۔ تب کیا شہ سے یہ بانو نے خطاب
ہاتھ تھا کہئے یہ کس کے پیر کا ۔۔۔ جانتے ہیں آپ اے کشورکشا
سُن کے یہ خاتوں سے شہ نے کہا ۔۔۔ ہاتھ تھا بے شک یہ تیرے پیر کا
کیونکہ تیرا پیر پیتا ہے شراب ۔۔۔ اُسکو یوں رغبت ہوئی سوئے کباب
پیر کا میرے اگر ہوتا یہ کام ۔۔۔ دُودھ چاول اُسکو بھاتا لاکلام
میل کرتا یا مطنجن کی طرف ۔۔۔ یا کہ حلوا سے اُسے ہوتا شغف
شہ سے بانو نے کہا اے رشکِ حور ۔۔۔ آپ نے دیکھا میرے مرشد کا زور
خرقِ عادت جب ہوا ایسا عیاں ۔۔۔ معتقد دل سے ہوا شاہِ جہاں

جواں مرد اہلِ دل آزاد اک عاشق خدا کا تھا
پیاپے جامہائے بادہ دریا اُسکو دیتا تھا

ایک تھا آزاد مرد پر جوش — سیلِ دریا سے وہ رکھتا تھا خروش
کھیلتا تھا سیل و موجِ بحر سے — مدّ و جزر و پست و اوجِ بحر سے
اور کبھی کہتا سمندر سے کہ لا — ساغرِ گلگوں شرابِ سرخ کا
قعرِ دریا سے بایں گفت و شنید — اک نگاریں ہاتھ ہوتا تھا پدید
جامِ مے دریا سے ہوتا تھا بلند — رند کی خاطر بوضعِ دلپسند
رند پیتا تھا جو یہ ساغر بشوق — جوش میں آتا تھا اُس کا بحرِ ذوق

نہیں گر یاد تو سُن مجھ سے قصّہ اس مجرّد کا
کہ فعلِ بد سے ستمنا کی کیسا اُس کو شر پہنچا

اُس مجرّد کا تجھے قصہ ہے یاد — عاصیوں کا تھا جو اعلیٰ اوستاد
رہتی تھی اُسکے پڑوس اک حورزاد — ماہ پارہ دخترِ نیکو نہاد
اُس کا ہر دم تھا مجرد کو خیال — ہجر سے کاہیدہ تھا مثلِ ہلال
لب شکر پر کرتا تھا مثلِ مگس — حیلے کرتا اُس کی خاطر بوالہوس
ایک دن وہ دخترِ آہو کمر — برق ساں شوخی سے آئی اُسکے گھر
تا کہ اپنے گھر کو وہ لیجائے آگ — آتشِ ہمسایہ سے بھڑکائے آگ
آگ لیکر اُڑ گئی وہ فتنہ گر — کام عاشق کا اجل کو سونپ کر

تب مجرد پر کیا شہوت نے زور
کرنے استمنا لگا بازور و شور

خود بخود کہتا تھا مشغول خیال
آگ لینے آئی تھی وہ مہ جمال

لب پہ تھی یہ بات خود مشغولِ دق
بند آنکھیں در خیالِ دخت غرق

وقت جب پہنچا قریب انزال کا
آتش آتش کہہ کے وہ چلا اٹھا

آگ لگنے کا ہوا سب کو خیال
لوگ ہو کر مضطرب دوڑے کمال

جس کسی نے شور آتش کا سنا
پا برہنہ غل پہ وہ بھاگا گیا

خلق نے صدہا گھڑے پانی بھرا
آگ بجھنے کا جو حیلہ تھا کیا

بڑھ گیا مخلوق کا یہ اضطراب
چرخ سے آئی صدائے آب آب

ہر طرف سے جمع ہو کر خاص و عام
بھر گئے گھر میں مجرد کے تمام

صاحب خانہ سے پھر سب نے کہا
آگ یاں کس جا لگی ہے لے بتا

آگ کی ہر سمت کی ہم نے تلاش
کہنہ چولھے کا ترے دیکھا قماش

ایک یا دو اَنے اُپلوں کے سوا
اور کیا ہے تیرے چولھے میں بھلا

سنکے یہ باتیں ہوا مدہوش وہ
رہ گیا تصویر ساں خاموش وہ

آخرش دیوانہ اس کو جان کر
ہو گئے راہی سب اپنے اپنے گھر

جبکہ آتش نے کیا دل میں مکاں
کر دیئے بھسمنت لاکھوں خانداں

جل نہ اس آتش میں تو اے تند خو
ہے ہوا پر میل کب درویش کو

پکتا ہے اس آگ سے شیر و برنج
ڈالتا ہے تجھ کو جو در قہر و رنج

ہے یہی شیر و برنج اے ہوشیار | حرص کا تجھ کو جو کرتا ہے شکار

سُناؤں حال تجھ کو ایک مادر زاد اندھے کا
کہ باہم کور و اُس اکمہ کے جو کچھ ماجرا گذرا

قصے کو اُس کور اور اکمہ کے سُن | تیرے حسب المدعا ہے یہ سخن

بن گئے دونوں ز فرطِ ارتباط | ہمدم و ہم کاسہ و ہم اختلاط

بسکہ اکمہ کورِ مادر زاد تھا | اُس نے کچھ دیکھا نہ تھا پیلا ہرا

دوسرا اندھا پھرا تھا شہر شہر | بیشتر تھا جس کو بینائی سے بہر

چہل سالی میں ہوا تھا کور وہ | ماکل کا کرتا تھا مذکور وہ

اتفاقاً ایک دن دونوں رفیق | بیٹھے دل سوز و بصورت ہم شفیق

گرم تھا دونوں طرف سے اختلاط | شرم کی باقی نہ تھی کچھ احتیاط

کور بولا آج ہم کھائیں گے شیر | بولا اکمہ شیر کیا ہے اے عزیز

یوں دیا اکمہ کو اعمٰی نے جواب | شیر ہوتا ہے سفید اک شئے جناب

بولا اکمہ کس کو کہتے ہیں سفید | منکشف فرمائیے مجھ پر یہ بھید

کور نے اُس سے کیا یوں التماس | کر سفید اے یار بگلے پر قیاس

کور سے اکمہ نے یہ سُنکر نے | مجھ کو بگلے کا بتا دیجے پتہ

کور بولا بگلہ ہے اک جانور | بولا اکمہ جانور کی دے خبر

کور نے آخر کہا اے پُر خروش | مغز میرا کھا لیا تو نے خموش

ہو گا تو کب تک فراموش اُن جاں
ترش گفتاری سے تیری یا پنیر

بولا اکمد کون نساں ہے پنیر
میری مانند اُس کو ہے قرآن یاد

چیز کیسی ہے پنیر آخر بتا
کور یہ سُنکر ہوا از حد ملول

دیر تک دونوں میں یہ قصہ رہا
کرکے ٹیڑھا ہاتھ بتلایا فقط

آخر اکمد نے ٹٹولا دست کور
بولا کیا اسکے نگلنے کا ہے طور

کھانے کے قابل بھلا کب ہے یہ چیز
میں نہیں کھا سکتا ایسا شیر سخت

کور و اکمد کا ہوا قصہ تمام
اس حکایت سے یہ مطلب ہے مرا

کور و اکمد کی صفت ہیں تیرہ رو
اسعد رحق حق نہ کر کم کر بیاں

بنگیا روز ولادت سے پنیر
ریش ہے اُسکے جواں ہے یا کہ پیر

نوجواں ہے یا کہ مردِ کہنہ زاد
جلد بگلے کا مجھے پھر دے پتا

بولا تو نے مار ڈالا اے جھول
کور اکمد سے بہت عاجز ہوا

ہوتی ہے بگلے کی گردن اس نمط
مشت سے کہنی تلک نزدیک دُور

چاہئے کرنا تجھے فی الجملہ غور
کیونکر اُترے حلق سے اے باتمیز

ہے دُرشت از حد بہت تُند و کرخت
خود نہ بن مانند کور اے نیکنام

اہلِ دُنیا کور ہیں سب بُردغا
یاوہ گو ناحق شناس کینہ توز

حق کے ہیں انعام سے غافل کمال
کچھ نہیں لاتے یہ خاطر میں مثال

لکھا ہے ایک مفلس وِردِ یا ابلیس پڑھتا تھا
قضا را بنکے شیطاں شکلِ صالح اُسکے پاس آیا
کہا اُس سے بلایا کیوں مجھے کیا میری حاجت ہے
تو بولا بینوا محتاج ہوں زر کی ضرورت ہے
لعیں گھوڑا بنا اور مول اُسکو لے گیا تاجر
لگا کر غلطک اک گھوڑے سے وہ چوہا بنا آخر
گھسا جب بِل میں چوہا اُسپہ سوداگر نے مارا ہاتھ
دُمِ موش ہاتھ آئی لیک وہ چوہا نہ آیا ہاتھ

ذکر سُن اس شخص کا جو صبح و شام — وِردِ یا ابلیس پڑھتا تھا مدام
اکدن ابلیسِ لعیں ظاہر ہوا — جُبّہ پہنے ریشِ شرعی باعصا
بولا جو کچھ تو کہے حاضر ہوں میں — تجھ سے خوشنود اور خوش خاطر ہوں میں
سُنکے یہ ابلیس سے اُس نے کہا — میں نہایت تنگ ہوں اور بے نوا
الغرض ابلیس نے اُس سے کہا — مکر سے بنتا ہوں میں اک بادپا
بیچ دینا مجھ کو تو پھر ایک دم — لیکہ خط کش شرط سے اے محترم
بن گیا شیطان آخر لوٹ پوٹ — اک عراقی اسپ دل جو جیبہ لوٹ
شہر میں تھا ایک شخصِ خوش معاش — اُس کو تھی اسپِ عراقی کی تلاش
ایک تاجر نے لیا گھوڑا خرید — سو روپے قیمت پہ بر نفع مزید

گھوڑے کو بیچا کے باندھا تھا بہر
لوٹ کر وہ اسپ اک چُوہا بنا
ہاتھ مارا خواجہ نے بالائے موش
موش غائب دُم لگی خواجہ کے ہاتھ
دیکھ کر خُدّامِ سوداگر یہ حال
ایک تھیلی میں رکھی چوہے کی دُم
خادمانِ خواجہ باصد جستجو
خواجہ نے مالک سے یہ قصہ کہا
کچھ حیا بھی ہے تجھے اے ہوشمند
گھوڑے سے کیا واسطہ رکھتا ہے موش
دونوں میں گالی گلوج آخر ہوئی
حاضرِ دارالقضا تاجر ہوا
مالکِ اسپِ عراقی بھی نڈر
خواجۂ دل سوختہ نے برملا
بولا ایک گھوڑا لیا تھا میں نے مول
نقد قیمت رائیگاں میرا گیا
ہوگیا سوراخ میں چوہا بھی گم

خود ہوا کرسی پہ خواجہ جلوہ گر
اور بِل میں دوڑ کر گھُسنے لگا
موش نے بیٹھایا بِل میں تن و توش
ہوش سبکے گم گئے چوہے کے ساتھ
غرقۂ گردابِ حیرت تھے کمال
سبکے تاجر نے کہ دُم ہوتا نہ گُم
لائے حاضر مالکِ شبدیز کو
ہنس کے بولا وہ کہ صاحب مرحبا
تجھ کو مجھ سے کب ہے زیبا ریشخند
مول لینا چاہیے کچھ تجھ کو ہوش
ہوسکا جھگڑا نہ طے حجت بڑھی
تھیلی اک خادم لیے ہمراہ تھا
درگہِ قاضی میں آیا چوں ببر
روبرو قاضی کے یہ دعویٰ کیا
ناگہاں اُس پر چڑھا چوہے کا خول
موش کیا اور موش کی قیمت ہے کیا
ہاتھ آئی یہ مرے چوہے کی دُم

وہ ہی دُم تھیلی میں اُس چوہے کی ہے
کھولیئے تھیلی کو اور دُم دیکھیے

قاضی جی بولے کہ تیرا التماس
دُور ہے پر دور از وہم وقیاس

کھولا قاضی جی نے پھر تھیلی کا سر
طُرفہ تر اک چیز اُنہیں آئی نظر

یعنی نکلا تھیلی سے اک کیرِ خر
گندہ و چاق سطبر و تُند تر

جب عدالت میں ہوئی یہ رُوئداد
قاضیِ مسکیں بحیرت او فتاد

تند و آشفتہ ہوا قاضی بہت
اپنے مُنہ اور سر پہ ماری چند مُشت

اور کہا اے دُشمنِ دینِ خدا
تو نے قاضی کا اُڑایا مضحکہ

اے لعیں اے خیرہ سر اے بدنصیب
حق جہنم سے کرے تجھ کو قریب

قتل کرنا تجھ کو ہے فرض از حدیث
تو نے کھوئی میری حُرمت اے خبیث

وارثانِ انبیا میں اہلِ دیں
اُن کی عزت تو نے کھوئی اے لعیں

الغرض تاجر کے پُر درد و شدید
چند ضرباتِ عصا کردیں رسید

پھر بحکمِ قاضیِ غم مبتلا
خادموں نے دونوں کو باہر کیا

آخرش تاجر ہوا محبس میں قید
کوئی حیلہ چل سکا نے مکر و شید

مالکِ اسپِ عراقی دزد وار
خر پہ واژوں شہر میں نکلا سوار

یوں ہوا آخر وہ رسوائے جہاں
پیچھے لڑکے پیٹتے تھے تالیاں

بعد تشہیر و برسوائی کمال
شہر سے اکدم دیا اُس کو نکال

اس حکایت کا ہوا یاں اختتام
ذکرِ خالق کر کہ ہے قصہ تمام

جز خدا رکھے کوئی گر آرزو
یوں اُسے کرتے ہیں رُسوا کو بکو

واژگوں ہوتا ہے یوں خیرہ سر
شہر میں پھرتا ہے رُسوا اور خوار

اُس کا گھوڑا موش بنجاتا ہے یوں
اور دھکّے دربدر کھاتا ہے یوں

مکرِ شیطاں سے الٰہی الاماں
الاماں ہے الاماں ہے الاماں

خطرۂ ابلیس سے شام و پگاہ
مانگ فضلِ حق تعالیٰ کی پناہ

یہ حکایت یاد رکھ اے پُر ہنر
مکرِ ابلیسِ لعیں سے در گذر

زہر ہے حق میں ترے شیر و برنج
کیوں پکا کر کھینچتا ہے اسکو رنج

کیا ہے یہ شیر و برنج اے باصفا
مانگنا امداد از غیرِ خدا

رکھ ہر اک دم قادرِ مطلق کو یاد
کر بھروسہ اُسی پہ تو اور اعتماد

سُناؤں ایک عورت فاحشہ کا حال بدکاری
کہ جس نے شہر بلا کر جولقی کی طرفہ عیاری

سرزمینِ شام جو مشہور ہے
اُسکے یہ اک شہر کا مذکور ہے

جولقی اک جا رہا تھا راہ راہ
بام سے کی اُسپہ اک زن نے نگاہ

پہنے تھا ہاتھوں میں لوہے کے کڑے
نرم جسم مست سے اُسکے کڑے

نوزدہ سالہ جوانِ سادہ رُو
نوجہ پُر فن ملیح و تند خُو

مارتا تھا بیل آسا جب جھنگاڑ
ہول سے اُسکے دہلتے تھے پہاڑ

تھا لباس اُسکے تنِ عریاں کا راکھ
بام کی جانب لگائے تھا وہ آنکھ

عاشقی پیشہ تھی وہ عورت کمال
سخت بے اندیشہ بے فکر مآل

جب سے دیکھا تھا عمودِ جولقی
کھول رکھی تھی گرہ شلوار کی

جولقی کو کرکے پاس اپنے طلب
زن ہوئی قربان اُسپر باشغف

اک طبق اُس کو دیا شیر و برنج
بولی بوسہ لیکے تو کیجو نہ رنج

دیر کیوں کرتا ہے جلدی کام کر
کام میرا اور اپنا نام کر

جولقی جھٹ پٹ ہوا مشغول کار
کردیا عورت کو آخر بیقرار

از پئے دخل و خروج اُسنے بدیر
آبِ نیساں سے کیا عورت کو سیر

بس کہ دونوں کے دلوں میں تھا لگاؤ
اک پہر باہم رہی یہ آؤ جاؤ

آیا شوہر اُس کا گھر میں ناگہاں
جولقی بھی ہوگیا فوراً نہاں

ذبحِ بُز کا قصد شوہر نے کیا
جولقی بھی ناگہاں ظاہر ہوا

عضو عضو اُسکا تھا جنبش سے بجوش
لوہے کے حلقوں سے بھی اُٹھا خروش

جولقی کو اُس کا شوہر دیکھ کر
بولا از راہِ غضب اے خیرہ سر

کون ہے تو کس لیے آیا ہے یاں
بولا عزرائیل ہوں میں اے جواں

جولقی سے شوہرِ زن نے کہا
میرے گھر کیا کام عزرائیل کا

جولقی بولا کہ جانِ بُز مگر
میں نکالوں کا کریگا ذبح گر

بولا لے میں نے کیا اُس کو رہا
جولقی بولا کہ ہاں میں بھی چلا

گھر سے نکلا جولقی آشفتہ حال
شوہرِ زن کو ہوئی حیرت کمال

دل میں کہتا تھا کہ یہ شیر و برنج
لے چکا تھا جان ہی میری یہ رنج

کیا ہے یہ شیر و برنج افعالِ نفس
اُنپہ چلنا جو کہ ہیں اقوالِ نفس

بیاں ہے ماجرائے عابد و شہزادۂ مغرور
پر اس مضمون پر ہے مشتمل اک حور کا ذکور

نام ہے جس شہر کا جر بادغان
اُس سے اک تاجر تھا آتا اصفہان

راستے میں ناگہاں زیرِ درخت
اُس نے دیکھا اک جوانِ تیرہ بخت

کھینچتا تھا گاہ آہِ سوزناک
ڈالتا تھا اپنے سر پر گاہ خاک

تھا نہیں سیماب ساں اُسکو قرار
نعرہ زن صحرا میں تھا با حالِ زار

مارتا تھا نعرہ یاہُو کبھی
دیکھتا تھا گاہ جانب چرخ کی

گاہ لیتا تھا شجر کو در کنار
گاہ سمتِ دشت کرتا تھا فرار

ضعف و کمزوری سے گاہے ناتواں
تکیہ کرتا تھا زمیں پر سایہ ساں

کوہ پر چڑھتا تھا گہ مثلِ دُخاں
بستی میں آتا تھا گہ سیلاب ساں

ناگہاں تاجر ہوا اُس سے دوچار
اور کہا کیوں ہے ترا یہ حالِ زار

وحشیوں سے کیوں ہے تجھ کو ربط و ضبط
عقل کھو کر کیوں ہوا ہے تجھ کو خبط

شکل ظاہر ہے تری خسرو نژاد
کس لئے ہے وحشت سے تجھ کو وداد

نام کیا ہے اور کہاں رہتا ہے تو
شرح کر احوال اپنا مو بہ مو

شکل سے تیری خجل ہے آفتاب
ہے گلِ تر تیرے رُخ سے آب آب

کس سبب سے ہے تری یہ کیفیت   کیوں تری جاتی رہی انسانیت
عقل سے باہر ہے تیرا حالِ زار   نقل کر کل ماجرا اے دلفگار
تا نہ دے گا مجھ کو تو اپنی خبر   میں نہ جاؤں گا یہاں سے بیشتر
دیکھ کر الحاحِ تاجر کو بجا   نوجواں نے اپنا یوں قصہ کہا
پھر کہا تاجر سے اے مردِ طریق   جبکہ تو ہے اسقدر مجھ پر شفیق
غور سے اب سُن کہ میں شہزادہ ہوں   خاک پر جوں نقشِ پا اُفتادہ ہوں
ایک دن با وضعِ شاہ و شہریار   میں ہوا راہی پئے سیر و شکار
تھا میں تنہا راہیوں سے راہ سپر   آہو اک آیا مجھے ناگہ نظر
میں جب آہو کی طرف جانے لگا   اک ادائے خاص سے وہ چل دیا
پیچھے ڈالا اسپ دُنبالِ غزال   ہو گیا گرمی سے آہو خستہ حال
جسم سے جاتے رہے تاب و تواں   کوہ کی جانب ہوا آہو رواں
جب ہوا آہو نظر سے ناپدید   دیکھا اک زاہد کو با ریشِ سفید
ابر ساں روتا تھا دھاڑیں مار مار   پیرِ فرتوت و غم آگیں و نزار
مختلف دام و دد و وحش و طیور   گرد و پیش اُس پیر کے کرتے تھے شور
رشتۂ خُرما کا اک خرقہ بہ بر   بارِ فکر و حزن سے افگندہ سر
بستر اُس کا اشک و خاک آلودہ تھا   جائے بالش اینٹ کا ٹکڑا رکھا
گاہ گریاں اور گہے خنداں تھا پیر   گاہ سرخوش اور کبھی حیراں تھا پیر

پیر کو میں نے سلام اوّل کیا — دی دعا اُس نے کہ تیرا ہو بھلا
تو نے کھوڑا بے سبب جولاں کیا — کھو کے عقل و ہوش تو حیراں ہوا
مرحمت مجھ کو کیا بے درد و رنج — پیر نے اک کاسۂ شیر و برنج
کچھ عجب لذت مجھے حاصل ہوئی — پائے بوسی میں نے کی اُس پیر کی
خوش مزہ صاف خُنک پانی پیا — گفتگو پھر اُس سے میں کرنے لگا
اتنے میں آیا وہ آہوئے سیاہ — پیر نے دیکھا مجھے بھر کر نگاہ
اور کہا تو نے کیا اس کو ہلاک — میری جیبِ صبر کو کر ڈالا چاک
پیر نے کی جست جوں برقِ تپاں — بر میں آہو کو لیا مانندِ جاں
بعد ازاں کہنے لگا اے جانِ من — جانِ من جانانِ من ایمانِ من
اتنی مُدت کی کہاں تو نے بسر — تیرے غم سے خوں ہوا میرا جگر
تجھ کو سبزہ چاہیے اور تو مجھے — چین یاں آتا نہیں جاناں تجھے
بارِ سوئم پیر نے مجھ سے کہا — تو نے جان و دل جلا ڈالا مرا
تن کی میرے جان ہے یہ آہو کہاں — میرا قرباں اِسپہ دل یہ تن جاں
ہائے ہو میری ہے یہ آہو نہیں — جستجو میری ہے یہ آہو نہیں
حیف اُس کا نقش ظاہر دیکھ کر — کی نہ اُسکی اصل پر تو نے نظر
وہ ہرن جو ظاہراً نخچیر تھا — دفعتاً دیکھا کہ شکلِ حُور تھا
مستِ صہبائے جمالِ ماہ وش — شوخ و شنگ و دلکش و عشاق کش

اُس کے غمزے کو کرے جادو سلام — اُس کا سحرِ سامری ادنیٰ غلام

بُت پُجاری اُسکے ہر اک ناز کا — ایک عالم شیفتہ انداز کا

اُس کی پیشانی کہ مہر آئین تھی — موجِ دریائے محبت چین تھی

زُلف کا مسجود وہ رُخ اس طرح — آگ ہو مسجودِ ہندو جس طرح

دونوں آنکھیں ملتقی بحرین جان — برزخ اُن میں ناک ہے لا یبغیان

خال یوں تھا زیرِ چشمِ فتنہ زا — جیسے ہندو بائے خم میں ہو پڑا

اُس کی شوخی جس طرح گُل پیرہن — یوسفِ اُفتادہ چاہِ ذقن

مالکانہ حسن نے اُسکو نکال — دے دیا بہرِ زلیخائی جمال

دیکھا جب میں نے یہ طرفہ ماجرا — غرقِ دریائے تحیر ہو گیا

اور عجب تر تجھسے کہتا ہوں بات — پر نہ اُس کو جانیو از لغویات

دل مرا کانپا کہ بیدل ہو گیا — ہوش رُخصت اور میں غافل ہو گیا

بعد اُس کے پیر کے زانو پہ سر — سو گئی رکھ کر وہ حورِ سیمبر

کثرتِ اندوہ سے پیرِ نزار — یہ سخن کہتا تھا اور روتا تھا زار

آہ اس صحرا میں گرما سے ہوئی — میری جانِ جاں کی یہ حالت ردی

بن کے آہو تیرا یہ عالم ہوا — میرا سینہ غم سے پرویزن بنا

کیوں نہ میں اس کام سے مانع ہوا — سر پہ جو آیا مرے قانع ہوا

بس یہی کہتا تھا پیرِ مبتلا — بار الٰہا مجھ کو دُنیا سے اُٹھا

کب تک اے مولا سہوں ہجرِ حبیب | سوختہ کب تک ہو جانِ ناشکیب
ایک شعلہ پیر سے ناگہ اُٹھا | مشتِ خاکستر تھا واں اور کچھ نہ تھا
کچھ نہ میری عقل میں آیا یہ راز | کیا ہوا وہ پیر اور وہ گلعذار
میری آنکھوں میں ہے وہ جلوہ لیا | روبرو ہے وہ پری باصد ادا
تھا وہ عابد کون اور وہ مہ لقا | جس نے مجھ کو زار و عُریاں یوں کیا
پیش آیا میری قسمت کا لکھا | چارہ کیا جب بخت ہو نا آشنا
مجھ کو اس صحرا میں باحالِ تباہ | یوں ہی گذرے پانچ سال و چار ماہ
حیرت اس قصے سے ہے میرے جلیس | دائما یہ خاک ہے میری انیس
رات جب تاریک ہوتی ہے یہاں | کوہ سے آتی ہے وہ حورِ جناں
آہوانہ کرتی ہے جلوہ گری | مار کر اک لوٹ بنتی ہے پری
اُس کے پر کی لگتی ہے جب تک ہوا | صبحِ عشرت زا کا آتا ہے مزا
تازہ اُس خوشبو سے ہوتا ہے مشام | حال میرا یہ ہے اے والا مقام
اُس جواں نے کہا جب شیر و برنج | رائگاں جاتا رہا سب ملک و گنج
کیا ہے یہ شیر و برنج اے شہسوار | لہو و حشمت لشکر و ذوقِ شکار

ہے اندازۂ خلقِ حسنؑ ابنِ علیؑ خامہ
روایت ایک لکھتا ہے مثالاً اندریں نامہ

سرورِ خیلِ جوانانِ جناں | سبطِ پیغمبر حسنؑ عرش آشیاں

ایک دن فرمایا لاؤ مائدہ | خادمانِ خاص نے با قاعدہ
خشک و تر انواع و اقسام طعام | رکھے دسترخوان پر چن کر تمام
ناگہاں دستِ کنیزک سے گرا | اک بھرا پیالہ طعامِ گرم کا
آتش نے بوسہ دیا بر روئے پاک | چرخ سے نکلی اک آہِ دودناک
شاہ نے اُس کی طرف کی جب نگاہ | کاظمین الغیظ بولی جاریہ
پھر کنیزک از سرِ صدق و یقین | بولی واللہ یحب المحسنین
دس ہزار اُسکو دیئے شہ نے درم | باہزاراں لطف و احسان و کرم
ملک سے بھی کر دیا آزاد اُسے | اور دعاؤں سے کیا دلشاد اُسے
عفو فرمائی کنیزک کی خطا | وصفِ اخلاقِ حسن تو نے سنا
لطفِ حق سے جب ہوا تو بادشاہ | عفو کر شاہا ضعیفوں کے گناہ
حق نے بخشا تجھ کو عز و احتشام | تو نہ لے بندوں سے اُنکے انتقام
دیکھ کر حق نے ترا جرم و خطا | تجھ کو ہمجنسوں پہ بخشا مرتبا
دیکھ مسکینوں کو آزردہ نہ کر | کیونکہ گھر ظالم کا ہے نار السقر
مجرموں سے عفو کر جرم و خطا | نیکی احسانِ مجسم کر عطا
ہے غضب سے ترا دل فولاد سا | زنگِ تیرہ آئینے پر چھا گیا

ہاں نہ کرنا خادموں پر ظلم و ستم
پندِ آتش سن کے کر قصے کو ختم

کتابِ مستطاب مثنوی کا خاتمہ ہے اب
جنابِ مطرب و جمال میں یہ التجا ہے اب

اُٹھ اب اے مرشد مرے اے ساربان — پاک کر صوتِ حدی سے میری جان
بو قبیس اب محمل حجازہ کر — روح پر الطاف بے اندازہ کر
آتی ہے بانگِ درائے کارواں — صدقے اس ریگِ رواں کے میری جاں
عشق کی رغبت ہے میری میرحاج — حاصلِ عاشق ہے تفریحِ مزاج
گر کرے خارِ مغیلاں سرزنش — ہے یہ انشاء اللہ اسکی پرورش
ذرہ ہے اُس رنگ کا بہتر ز طور — نور کی ہے کان اور باغِ سرور
خار ہے مثلِ صفِ مژگانِ یار — ظلِ حق اُس کے درختوں پر نثار
بعد ازاں ہے طرفِ یثرب کی ہوس — دل مرا نالاں ہے مانندِ جرس
عشق کی منزل کہ جو بے آب ہے — دل فدا ہے اُسپہ جاں بیتاب ہے
روح اور دل کو ملے لذت بڑی — گشت وہ عشق کا ہو جس گھڑی
جاں فدا اُس شہر و نخلستان پہ — دل نثار اُس وادیٔ ذی شان پہ
خضر اُس کی راہ کا جاروب کش — نیک بختی کا ہے دن آنِ عطش
آنکھوں سے شہرِ محمدؐ تک چلوں — سر کے بل درگاہِ احمدؐ تک چلوں
پھر میں یثرب سے نجف کو منہ کروں — گوہرِ مقصود سے دامن بھروں
پھر کروں شوریدگی میں صاف صاف — دُرِّ غلطاں کی صفت اُس کا طواف

وحشیانہ جاؤں میں سوئے عزمی
روح ہو میری گناہوں سے بری

کچھ کروں عرض اے مرے فریاد رس
تنگ رونے سے ہوئی راہِ نفس

لطف سے دیکھو مرا احوالِ زشت
بادشاہا قاسمِ باغِ بہشت

ہم پہ گر مولا نہ ہو تیرا کرم
وائے ہم پہ وائے ہم پہ وائے ہم

مجھ کو اے ساقی دریا دل پلا
بادۂ مقصد سے جرعہ نور کا

چل مرے گھر کی طرف اے یارِ مست
اَیُّهَا الرَّحْمَةُ اَبُوهَا المغفرات

بادۂ عرفاں کا نہ آبِ مطہرات
بخشتے مردوں کو جو دم بھر میں حیات

اے مغنی اے مرے ہمدم رفیق
اے مرے مشفق شفیقم در طریق

مجھ سے واصل ہو کہ گذرے ہجر شب
کر رفاقت اے خلیلِ خوش لقب

زنگِ غم کا قلبِ مسکیں کو لگا
جو شفا بخشے طبیب ایسا کجا

ساقیِ کوثر کہ سرتاپا ہیں نور
کون ہے اُنکے انت کو سرور

مائلِ الحاں ہے خاطر مطربا
دور کر غم ہو کے تو نغمہ سرا

منتظر ہیں تیری سارنگی ستار
فعل میں قوت سے لا انکو بکار

لحنِ خوش سے وجد کو موج دکھا
سلسبیلِ عشق ہے بربط کا تار

ساز کر اس نغمۂ عشاق کو
وجد میں لا اس دلِ مشتاق کو

میں نہیں ہوں اہلِ عجز و انکسار
مجھ کو بخش اے آنکھ آنسو کی قطار

کاش مجھ کو ماں نہ جنتی اے شہیر | اور نہ بنتا خاک سے میرا خمیر
جذب نے کھینچا بہ رسوائی مجھے | جانبِ ہنگامہ آرائی مجھے
شاہدِ اصلی نے جب مجھ سے کہا | باش باش اے حق پرستِ بے ریا
آخرِ شب میں نے کہا اے نیک خو | مجھ سے دیوانے کو بس ہے ایک ہو
بط کو مے کی کج کرے ساقی جس آن | مرغ کاٹے شیر اور آدم کی جان
جب دماغ آرا ہوئی اُس مے کی بُو | بکھر گیا شورِ جنوں دل میں نہ ہو
نغمہ ہے جوشاں مرے از ہر مسام | بوئے وحشت سے معطر ہے مشام
ہے سرشتہ خاک میں میری اک آگ | جوش پہ دل میں ہے اب اُلفت کی آگ
نان و حلوا تھا بہائی نے کہا | دُرِّ معنی بے بہا سُفتہ کیا
نسخۂ شیر و برنج اُس کا جواب | لکھا انشل نے وہ لے با آب و تاب
شکرِ حق خوبی ہے اس کی دلپسند | ہے سراسر اس میں ذکرِ وعظ و پند
ہم لقبِ عرفاں ہے نامے سے مرے | ذوق ریزاں ہے نیر فلک سے
ہے خراشِ سینہ سے میرے شگفت | اس قدر آساں نہیں ہے اور گزاف
اس نسق سے ہے نئی یہ گفتگو | غور کیجے تازہ تر ہے ہاو ہو
ہے یہ فرمانِ امام المتقین | حیدرِ ذوالامراتب شیرِ دیں
اسکو یوں لایا ہے راوی باتمام | در کتب ہائے احادیثِ عظام
وہ کلام اُنظر الیٰ ما قال ہے | اور دلا تنظر الیٰ من قال ہے

چاہیئے کرنا مقوّے پر نظر | کون قائل ہے نظر اس پر نہ کر
گر ترے دل میں ہو شک کا ورود | یہ سخن سنکر ہے آنکھوں سے رود
ہے بلا شک نزدِ مردانِ خدا | یہ خزانہ غیب کے اسرار کا
عالمِ توحید میں جب تک ہے گنج | انشاء اللہ یہ رہے شیر و برنج
غُرّہ شوال و نادر سال تھا | یہ کلامِ نغز جب موزوں ہوا
نظم ہے میری ہم آغوشِ فیوض | سالِ تاریخ اسکا بنے جوشِ فیوض ١٢٠٥
جب پھرا اس دشت میں میرا خیال | نغمۂ آہنگِ دل بھی پایا سال ١٢٠٥

سید انشاء اللہ بولے حسبِ حال
ہے خروشِ موجِ یم بھی اس کا سال ١٢٠٥

توفیقِ الٰہی ہو چکا اب ترجمہ کامل
مترجم نے بھی کی تاریخ لکھ کر ذیل میں شامل

فارسی میں جو مضامیں تھے اتم | شعرِ بالا تک ہوئے وہ مختتم
نظم اردو کا لکھوں اب ماہ و سال | ہو جو مقبولِ دلِ اہلِ کمال
ہو غذائے روح نامِ مثنوی | ترجمہ کا سن بھی ہووے عیسوی
سیرِ عشاقِ غم پرورد ہو | قوتِ طبعِ اہلِ آہِ سرد ہو

مصرعۂ تاریخ کرتا ہوں رقم
مشکبو رنگِ گل باغِ ارم
٦١٩ ٣٢

ناظمِ ملکِ سخن واسط نژاد — خامۂ سحر آفریں پیکِ مراد

چلتے چلتے منزلیں آخر ہوا — کثرتِ رفتار سے فرسودہ پا

ملکِ حبشہ میں مچا کر پہلی دھوم — چھان ڈالی پھر تمام اقلیمِ روم

لاجرم گھر میں کیا اُس نے نزول — تاکہ آسائش ہو کچھ روزوں حصول

بیتِ معمور اُس کا اک نقشہ ہے صاف — نام اُس گھر کا قلمداں بے گزاف

جبکہ پنجہ سالہ میرا یارِ غار — محرمِ راز و رفیق و غمگسار

خانۂ خلوت میں رکھتا ہے مقام — ہم نشیں ہے اُس کا راقم والسلام

مثنویِ شیر و برنج فارسی تصنیف سید انشاءاللہ خاں
متخلص بہ انشا کا بعونِ آفرینندہ عالم و عالمیاں و توفیقِ
کارسازِ خلاقِ جہاں و جہانیاں ہیچمداں کج مج زباں خاکپائے
شاعراں **سید حسن خان حیدر** سابق
نائب تحصیلدار حضور تحصیل ریاست رامپور خلف محمد عنایت اللہ خانصاحب
ساکن دو محلہ گھیر غلام ناصر خاں مترجم میزان الآخرت از عقائد نامہ
مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ و مصنف طریقۃ السلوک و پنج آہنگ
زناں۔ وغیرہ نے برائے ملاحظۂ اہلِ دلاں و افادۂ طالبان
سرِ حقیقت و عرفان و سالکانِ راہِ معرفت و ایقان دردمندگان
راہِ محباں و عاشقاں ترجمہ اُردو میں کیا۔ بخدمت قدر افزائے
دعاگو علمائے عالی شان و نکتہ دانِ فارسی زبان و واقفان
رمزِ حسن و الحان و دقیقہ رسانِ بحرِ معانی سبے پایاں التماس ہے
کہ اگر کہیں بسہوِ بشری اصل مثنوی سے معانی و مطالب میں
بموافقت فارسی و اُردو خطا پائیں تو بحالت ضعیف العمری
دعاگو بلحاظِ عفو فرماکر درستی فرمائیں اور جو مذاق مصنف ہے
اُس سے حظ وافی حاصل فرمائیں۔
سید انشاءاللہ خاں المتخلص بہ انشا نے مثنوی ہذا

شیر و برنج بمقابلہ "نان و حلوا" مصنفہ بہائی تحریر کی اور اور واقعتاً کاٹ کر دی۔ سخندانِ فنِ شعر و اہلِ زباں فارسی داں بنظرِ انصاف غور فرمائیں گے تو ارمغانِ بے بہا پائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ط

التماس بخدمت ناظرین

یہ کہ علاوہ دیگر تصانیف کے جناب حیدر حسن خاں صاحب نصا صاحب دیوان بھی ہیں۔ دیوان غزلیات و قصائد و رباعیات وغیرہ سے مکمل زیر طبع ہے۔ کمیابی و گرانی کاغذ وغیرہ کے وجہ مانع طباعت ہیں۔ عنقریب ہم اعلان کرنے والے ہیں کہ آپکا دیوان طبع ہو گیا۔ آپکا رنگ کلام میر و سودا و مصحفی گذشتہ اساتذہ سخن کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ چند اشعار مختلف بحور و قوافی کے نمونہ از خروارے پیش کیے جاتے ہیں۔

وسعتِ دامانِ صحرا دیکھ لی	لے جنوں اب پاؤں پھیلاتے ہیں ہم
نقشہ جو بدلتا ہے نیا شام و سحر کا	انداز انہیں یاد ہے کیا تیری نظر کا
طاقت ہے کہ خورشید قیامت ہو مقابل	کچھ اور ہی عالم ہے مرے داغِ جگر کا
شبِ فرقت کا ہے بڑا قصہ	کچھ سناتا مگر کہاں فرصت
اک نظر دیکھ لیں چمن کو پھر	کاش دے اتنی باغباں فرصت
دیکھ کر رنگ خندۂ گل کا	غیرت ہے اب تو حالِ بلبل کا
گالیاں دیتے ہو مکرتے ہو	طرفہ انداز ہے تجاہل کا

اُسی نے ساتھ میرے کی بُرائی — کہ جس کے ساتھ کی میں نے بھلائی
نہیں اُسنے سُنی فریاد میری — الٰہی تجھ کو دیتا ہوں دُہائی
لکھا قسمت میں جو ہو کر رہے گا — بھلائی لکھی ہو یا ہو بُرائی
مدینہ جاکے تو واپس نہ آنا — صلاحِ کار یہ دل نے بتائی
کیا سامان اب تک کیا سفر کا — یہ عمر اپنی یونہی حیدر گنوائی

ماجرائے غم نہ پوچھو حیدرِ ناشاد کا — کیا سُنو گے حال اُسکے نالہ و فریاد کا
اُٹھ گیا دُنیا سے جو میرے بھتیجے کا پسر — مجھ کو بیحد رنج ہے اُس نوجواں سجّاد کا
جو ہوا صدمہ مجھے میں جانتا ہوں یا خدا — والدہ والد کو دیکھو رنج ہے اولاد کا
اور وصفوں کے سوا اک یہ بھی اُس میں وصف تھا — فطرتاً وہ اہل تھا ہر شخص کی امداد کا
دیکھئے کس وقت آئے حکم طلبی کا مری — منتظر بیٹھا ہوں حیدر حکم کا ارشاد کا

کیا واقف عبث رازِ نہاں سے — کہ اب دینا پڑا ہے پاسباں سے
اُسے دل دیکے اور اُمید بہتر — نکالا فائدہ ہمنے زباں سے

دل جگر میں ربط ایسا ہے، کہ ہو کر متفق — بانٹ لیتے ہیں شبِ غم کی مصیبت نصف نصف
لیگئے ناز و ادا دلسے مرے صبر و قرار — آگئی حصہ میں دونوں کے غنیمت نصف نصف
بتکدہ سے جب اُٹھا میں جاکے کعبہ میں رہا — ہے مرے دل میں بنا دونوں کی اُلفت نصف نصف